وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

بدر

قادیان

ہفت روزہ

شرح چندہ سالانہ چھ روپے ۶
فی پرچہ ۰۲/

ایڈیٹر:- برکات احمد راجیکی

اسسٹنٹ ایڈیٹر محمد حفیظ بقاپوری
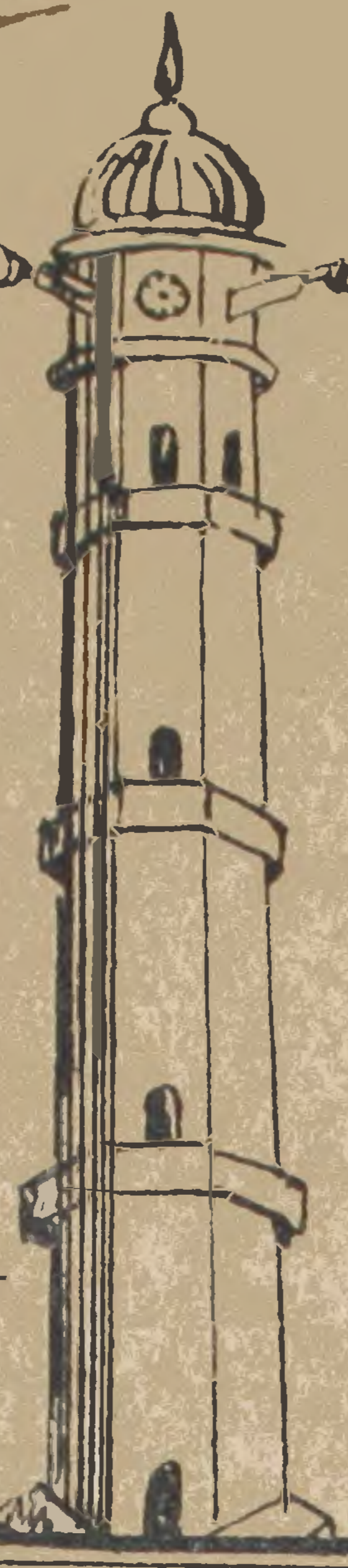
تواریخ اشاعت:- ۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد (۱)	۲۱ ماہ شہادت ۱۳۳۱ھ ش - مطابق - ۲۱ ماہ اپریل ۱۹۵۲ء	نمبر (۷)

تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا

از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے۔ اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو۔ اُس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں اُن کے لئے موقعہ ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں۔ اور خدا سے خاص انعام پاویں۔

یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی۔ اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا۔ اور بدبختی اُس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اُس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے۔ اور اُن پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی۔ اور دنیا اُن سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی۔ وہ آخر فتحیاب ہوں گے۔ اور برکتوں کے دروازے اُن پر کھولے جائیں گے"۔ (رسالہ الوصیت ۱۹۰۵ء)

حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاءھا کی نہایت تشویشناک علالت!

ربوہ - مورخہ ۱۷ اپریل ۵۲ء - بوقت ۴۵-۹ صبح کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی طرف سے جو تار حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی صحت کے متعلق حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی کو بھجوائی اس کا ترجمہ ذیل میں پیش ہے۔

"حضرت اماں جان کو مسلسل اور بہت تیز بخار ہے۔ کمزوری بڑھ گئی ہے۔ بہت تشویش ہے"۔

احباب مندرجہ بالا تشویشناک حالت کے پیش نظر نہایت گریہ وزاری کے ساتھ اپنے شافی و کافی اللہ کے حضور دعائیں فرمائیں۔ اور صدقات دیں۔ تا کہ خدا تعالے حضرت اماں جان کو اپنے خاص فضل و رحمت سے شفا عطا فرمائے۔ اور تا دیر حضرت ممدوحہ کا سایہ ہم پر قائم رکھے۔ آمین

جملہ مبلغین ہند کو ایک ضروری اطلاع

صدر انجمن احمدیہ کا مالی سال اپریل میں ختم ہو رہا ہے۔ اور اس سال کے جملہ مالی معاملات اسی ماہ کے اندر اندر طے ہو جانے ضروری ہیں۔ اس لئے آپ کی اطلاع کے لئے تحریر کیا جاتا ہے کہ

۱- ماہ اپریل کا بل سائر اخراجات بہر صورت دس مئی ۵۲ء تک دفتر میں پہنچ جانا چاہیئے۔ اگر بل دیر سے موصول ہوا تو برآمد نہیں ہو سکے گا۔

۲- اس بل کے علاوہ بھی اگر کوئی مالی مطالبہ آپ کا دفتر کے ذمہ ہو تو وہ بھی اسی ماہ کے اندر اندر واضح رنگ میں لکھ کر دفتر سے حاصل کر لیں۔

۳- اگر کسی سابقہ مہینہ کا سائر بل آپ کو تا حال نہ ملا ہو تو اس کی دوبارہ ایک نقل دفتر میں فوری طور پر روانہ کر دیں۔ تا اگر بل ہی موصول نہ ہوا ہو تو بر وقت برآمد کرایا جا سکے۔

اگرچہ انفرادی طور پر بھی ہر ایک مبلغ کو لکھا جا رہا ہے تاہم مزید احتیاط کے طور پر اخبار میں شائع کیا جا رہا ہے۔

(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

اعلانِ نکاح: میرے چھوٹے بھائی مبارک احمد کا نکاح مسماۃ رحمت بی بی صاحبہ بنت اللہ دتا صاحب مرحوم ساکن چک ۹ تحصیل فورٹ عباس ریاست بہاولپور پاکستان سے بعوض چار صد روپیہ مہر مورخہ ۲۶/۳/۵۲ کو ہوا۔ خدا تعالے اس تعلق کو جانبین کے بابرکت بنائے۔ آمین۔

(خاکسار غلام رسول درویش قادیان)

درخواست دعا: میرے والد صاحب کے متعلق پاکستان سے اطلاع ملی ہے کہ وہ سخت بیمار ہیں۔ احباب سے درخواست ہے کہ میرے والد صاحب محترم کی صحت و سلامتی کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔ اس درویشی کی حالت میں میں براہ راست خدمت کے لئے بھی نہیں جا سکتا۔ (عبدالواحد زرگر درویش قادیان)

بھائی عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے رانا آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر دار المسیح قادیان سے شائع کیا۔

اخبارِ ربوہ

(از ابو منیر مولوی نور الحق صاحب جنرل سیکرٹری ربوہ)

غرباء میں تقسیم گندم حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے اسمائی ناموں میں سے ایک نام یوسف بھی ہے۔ اور آپ کی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ مشابہت کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ ہمیشہ قحط اور غلہ کی کمیابی کے وقت غرباء میں غلہ تقسیم کراتے ہیں۔ امسال پچھلے دنوں پنجاب میں گندم کی کمی کی وجہ سے گندم کا نرخ بہت بڑھ گیا تھا۔ اور اس وجہ سے غرباء بہت پریشان تھے۔

حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے اس وقت ارشاد فرمایا۔ کہ جو رقوم حضور کے لئے صدقہ کی غرض سے باہر کی جماعتوں نے بھجوائی ہیں۔ اس کی گندم خرید کر غرباء میں تقسیم کردی جائے۔ چنانچہ ربوہ کے غرباء کے لئے یہ عین پریشانی کے وقت میں یہ آسمانی مدد ڈھارس دینے کا موجب ہوئی۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے اس ارشاد کی تعمیل میں ۵۰۰ افراد کو گندم مقررہ اندازے کے مطابق تقسیم کی گئی اس تعداد میں کچھ ایسے افراد بھی ہیں جن کی نقدی سے امداد کی گئی۔

غرباء کی امداد کے لئے چندہ چونکہ ان دنوں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز سندھ تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ اور حضور نے مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس کو امیر مقامی مقرر فرمایا ہوا تھا۔ چنانچہ شمس صاحب نے خطبہ جمعہ ۲۱ر مارچ میں احباب ربوہ کو توجہ دلائی کہ اب جبکہ گندم کے نرخ بڑھ چکے ہیں اور غرباء کو مشکل پیش آرہی ہے اس لئے ذی حیثیت دوست اپنی اپنی طاقت کے مطابق غرباء میں گندم کی تقسیم کے لئے کچھ رقم پیش کریں۔ چنانچہ اس ضمن میں احباب کی طرف سے رقم وصول ہوئی ان میں سے حسب ذیل دوستوں کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے　　۴۰ روپے
〃　〃　مولوی غلام مصطفےٰ صاحب　　۱۵۰ 〃
اہلیہ صاحبہ نذیر احمد صاحب فاروقی　　۲۵ 〃
مکرم محمد شفیع صاحب بھٹی　　۳۰ 〃

چنانچہ اس رقم کی گندم اور نقدی کی صورت میں غرباء میں تقسیم کردی گئی۔

اہالیان ربوہ کے لئے آٹے کا انتظام ۱۹ر مارچ کو ربوہ میں دکانداروں کے پاس آٹا نہ ملتا تھا۔ چنانچہ مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس نے جو اس وقت حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے بعد امیر مقامی تھے، نے تمام دکانداروں کو بلوا کر ان کے مشورہ سے کمیٹی مقرر کی۔ اور انہیں ہدایت کی کہ وہ گندم کے حصول کے لئے پوری کوشش کریں اور یہ کہ اس نازک وقت میں نفع حاصل کرنے کا خیال بالکل ترک کردیں۔ بلکہ جس نرخ پر بھی گندم خریدیں اسی نرخ پر فروخت کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ دوکانداروں نے اس امر میں تعاون کیا۔ فجزاھم اللہ۔ گندم کے حصول اور آٹے کی قلت کو رفع کرنے کے لئے مکرم شمس صاحب نے انتہائی جد و جہد سے کام لیا۔ اور روزانہ عشاء کے بعد اس غرض کے لئے مقامی دکانداروں، صدران محلہ جات کے ساتھ مشورہ کیا جاتا رہا۔ اور وہ تجاویز اختیار کی جاتیں جن سے آٹے کی قلت رفع ہو جائے۔ چنانچہ اہالیان ربوہ کو اس جد و جہد سے کسی قسم کی آٹے کی قلت پیدا نہ ہوئی بلکہ فی روپیہ دو سیر آٹا ملتا رہا۔

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کیلئے صدقات اور اجتماعی دعا حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی بیماری کے پیش نظر مکرم و محترم مولوی جلال الدین صاحب شمس صدر صدر انجمن نے صدران محلہ جات کو ارشاد فرمایا کہ وہ اس ضمن میں صدقات کا انتظام کریں۔ چنانچہ ہر ہر محلہ جات نے بکرے ذبح کروائے۔ اور گوشت غرباء میں تقسیم کیا گیا۔ ہر روز محلہ جات میں حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی صحت کی اطلاعات حاصل کرکے پہنچائی جاتی رہیں۔ اور احباب کو دعاؤں کے لئے تحریک کی جاتی رہی۔ ۲۹ کو بعد نماز جمعہ مرکزی مسجد میں حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی صحت کے لئے مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس نے اجتماعی دعا کرائی۔　　(الفضل مورخہ ۱۰ر اپریل ۵۳ء)

اخبارِ بدر

از سید محمد شاہ صاحب سیفی کشمیر

فرحت افزائے جہاں گلزارِ بدرِ قادیاں
رحمتِ حق کا نشاں ہے کارِ بدرِ قادیاں

داغِ ہجرت دیکھ کر اب نصرتِ حق کا پتہ
اہلِ دیں کو دیتے ہیں اطوارِ بدرِ قادیاں

اے خدا اس باغ میں برکت پہ برکت ڈالدے
چارسو جاری رہیں انہارِ بدرِ قادیاں

دعوتِ اسلام اس کی عام ہو سب پر مدام!
دُور رس عالم میں ہو منظارِ بدرِ قادیاں

موردِ فضل و کرم۔ آئینۂ تبلیغِ حق
مشرق و مغرب میں ہو رفتارِ بدرِ قادیاں

فیض دہ ہو بزمِ درویشاں کا پاکیزہ نان
مخزنِ عرفاں ہوں اسرارِ بدرِ قادیاں

با دُعائے مُصلحِ موعود و اصحابش تمام
شکر و شیریں ہوں اثمارِ بدرِ قادیاں

پھر سے ہو معمور مرکز سب فداکاروں کے ساتھ
قادیاں میں آئے پھر سالارِ بدرِ قادیاں

در مذاقِ علمِ دیں بادا بشاں اخبارِ بدر
زندہ باد اے موجد و معمارِ بدرِ قادیاں

نونہالِ "بدر" کا یہ سال سیفی نے لکھا
"لُطفِ ایزد دیکھ، ہے اخبارِ بدرِ قادیاں"　(۱۳۷۱ ہجری)

افسوسناک وفات قادیان مورخہ ۱۸/۴ محترمی عبد اللہ خاں صاحب افغان جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی اور سلسلہ کے قدیمی خادم تھے آج رات ۱۲ بجے کے قریب وفات پاگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم ایک عرصہ سے پیٹ کے کینسر کے عارضہ سے بیمار تھے۔ وکٹوریہ جوبلی اسپتال امرتسر کے سرکاری ہاسپٹل میں بھی کافی عرصہ زیرِ علاج رہے۔ مورخہ ۱۸/۴ کو بوقت دس بجے نماز جنازہ مکرمی امیر صاحب مقامی نے جنازہ گاہ میں پڑھائی اور مرحوم بہشتی مقبرہ میں دفن کئے گئے۔

احباب خاں صاحب رضی اللہ عنہ کی بلندیٔ درجات کے لئے نیز ان کے لواحقین اور پسماندگان جو پاکستان میں ہیں کو صبر عطا کئے جانے کے لئے دعا فرمائیں۔ مرحوم کے مفصل حالات انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ کسی پرچہ میں شائع کئے جائیں گے۔

شرک کے نقصانات

اسلام نے شرک کرنے سے کیوں منع کیا ہے؟

از جناب مولانا ابو العطاء صاحب فاضل جالندہری پرنسپل جامعہ احمدیہ احمد نگر (پاکستان)

دہلی کے اخبار الجمعیۃ میں سہارنپور کے ایک مسلمان محمد محسن صاحب کا حسب ذیل سوال شائع ہوا ہے کہ:-
"قرآن کریم میں ہے کہ خدا شرک کے سوا تمام گناہ معاف کر دے گا۔ سوال یہ ہے کہ خدا کو اپنے یکتا ہونے پر کیوں اصرار ہے؟ اگر کوئی آدمی خدا کی ذات و صفات میں دوسروں کو بھی شریک کرتا ہے تو خدا کا اس میں کیا نقصان ہے؟" (الجمعیۃ ۱۳ مارچ ۵۲ء)

یہ سوال شرک کی حقیقت نہ سمجھنے سے پیدا ہوا ہے۔ یہ ایک صداقت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ اور وہی اکیلا و یکتا اس ساری کائنات کا خالق ہے۔ مخلوقات میں سے کسی چیز کو اس کی ذات یا اس کی صفات میں شریک گرداننا غلط اور خلاف واقع ہے۔ اس غلط خیال پر اصرار کرنے والا یقیناً اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے مشرک کے توبہ نہ کرنے کی صورت میں اسے مستحق سزا ٹھہرا کر اس ابدی اور بنیادی صداقت کے انکار کے نقصان کی طرف توجہ دلائی ہے کہ خدا تعالےٰ واحد شریک لہٗ ہے۔ انسان کا حق نہیں کہ وہ کسی مخلوق کو خالق کے برابر قرار دے۔ پس چونکہ شرک جھوٹ اور خلاف واقع امر ہے اور اس کے اختیار کرنے سے انسان اللہ تعالےٰ کے حقوق اور صفات پر چھاپہ مارنے والا قرار پاتا ہے۔ اور مخلوق کو وہ کچھ دینے والا بن جاتا ہے جو اس مخلوق کے لئے سزاوار نہیں۔ اس لئے مشرک سب سے بڑا ظالم ہوتا ہے۔ ظلم کے معنے وضع الشیء فی غیر محلہٖ ہیں۔ یعنی کسی چیز کو بے موقعہ اور بے محل رکھنا۔ شرک کرنے والا اللہ تعالےٰ سے اس کی ذات اور صفات کی یکتائی چھیننے کی کوشش کرتا ہے اور پھر مخلوق کو اللہ تعالےٰ کی ذات اور صفات میں شریک قرار دے کر مخلوق پر بھی ظلم کرتا ہے۔ گویا شرک خالق اور مخلوق دونوں کی حق تلفی اور ظلم کا نام ہے۔ اسی لئے قرآن مجید فرماتا ہے۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

شرک کرنے والا اللہ تعالےٰ کے مقام توحید پر ہی ظلم نہیں کرتا۔ وہ صرف مخلوق پر ہی ظلم نہیں کرتا جسے وہ خدا کی ذات یا صفات میں شریک و سہیم گردانتا ہے بلکہ وہ ساری انسانیت اور خود اپنی ذات پر ظلم کرتا ہے۔ قرآن مجید مدلل کتاب ہے۔ اس نے شرک کی مذمت کرتے ہوئے اس کے خلاف عقلی اور فطری دلائل پیش فرمائے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ (سورۃ الحج) کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی اور چیز کو شریک گرداننے والا گویا آسمان سے گر جاتا ہے۔ یعنی انسان کو اللہ تعالےٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اور کائنات کا ہر ذرہ اس کا خادم ہے۔ گویا انسان ساری مخلوق میں اعلےٰ وجود ہے۔ لیکن جب وہ جمادات میں کسی پتھر کو، نباتات میں سے کسی درخت کو، حیوانات میں سے کسی جاندار کو اپنا معبود اور مسجود بنا لیتا ہے تو وہ عرش سے گر کر فرش پر آ جاتا ہے اور اپنے اعلےٰ مقام سے محروم ہو کر ذلت و پستی کی گہرائیوں میں گر جاتا ہے۔ گویا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والا آسمان سے گر کر انحطاط کے گڑھے میں جا پڑتا ہے۔ اس دلیل سے ظاہر ہے کہ مشرک درحقیقت اپنی اور تمام انسانیت کی تذلیل کرتا ہے۔ اور وہ بہت بڑا ظالم ہوتا ہے۔ پس اللہ کی ذات و صفات میں شرک کرنے والا اللہ تعالےٰ کا نہیں بلکہ اپنا اور تمام انسانیت کا نقصان کرتا ہے اور ایسے غیر فطری عقیدہ کو اختیار کرتا ہے جس سے خادم کو مخدوم کی جگہ اور مخدوم کو خادم کا مقام دے دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس چمن کائنات کا خالق و مالک ہے۔ جو شخص اس گلشن میں ابتری اور بے ترتیبی پیدا کرتا ہے۔ یقیناً وہ باغ کے مالک کو ناراض کرنے والا ہے۔ جب بیٹا اپنے مہربان باپ کے دیئے ہوئے اندوختہ کو اس کے سامنے فضولیات میں ضائع کرتا ہے۔ تو یقیناً باپ کو رنج ہوتا ہے۔ اسی طرح جب اشرف المخلوقات وجود اپنی اعلےٰ اور بے مثال قوتوں اور استعدادوں کو ضائع کرتے ہوئے مٹی کی صورتوں اور بے جان پتھروں کے آگے گرتا ہے تو خالق کائنات اس ضیاع پر اظہار ناراضگی کیوں نہ فرمائے؟

علاوہ ازیں عقیدۂ توحید انسانوں کی مساوات کا مرکزی نقطہ ہے۔ جب ہم سب کا ایک ہی خالق ہے تو ہم آپس میں بھائی بھائی ہیں اور سارے انسان ایک دوسرے کے برابر۔ لیکن اگر خدا کوئی نہیں یا اگر ایک سے زیادہ خالق ہیں متعدد معبود ہیں تو انسانوں کی مساوات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس عقیدۂ توحید انسانی مساوات کے لئے ٹھوس بنیاد ہے۔ اور شرک کا عقیدہ انسانوں کے حصے بخرے کرنے والا ہے ان میں اونچ نیچ پیدا کرنے والا ہے ان میں جنگ اور خونریزی کی بنیاد رکھنے والا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ شرک کرنے والا درحقیقت انسانی پیدائش کے مقصد کو خطرناک نقصان پہنچانے والا ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ کوئی بندہ شرک کی آلائش سے ملوث نہ ہو۔ اور اگر کوئی انسان شرک پر مصر رہتا ہے اور توبہ کر کے توحید کو اختیار نہیں کر لیتا تو ضروری ہے کہ اسے اپنے شرک پر اصرار کی سزا دی جائے۔ اور جب تک روحانی اور مادی سزا کے ذریعہ اس کی بیماری کا علاج نہ ہو جائے اسے تندرست قرار نہ دیا جائے۔ جب کوئی بیٹا نقصان دہ چیزوں زہر وغیرہ کھانے پر اصرار کریگا تو باپ کی شفقت کا تقاضا ہے کہ وہ اس بیٹے کو ایسا کرنے سے منع کرے۔ اور اس منع کرنے میں اگر اسے کچھ تلخی یا سختی استعمال کرنی پڑے تو شفقت پدرانہ متقاضی ہوگی کہ اسے بھی مناسب رنگ میں استعمال کرے۔

قرآن مجید نے توحید کے بارے میں انسانی فطرت کے سامنے ایک سادہ سی مثال بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اُذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَآءَكُمْ (سورۃ بقرہ) کہ اللہ تعالےٰ کو اسی طرح یاد کرو جس طرح تم اپنے باپ کو یاد کرتے ہو۔ باپ کی یاد کا بنیادی نقطہ اس کی توحید ہے۔ انسان جہاں بھائیوں، چچوں اور ماموؤں وغیرہم کے رشتوں میں تعدد پر فخر کرتا ہے وہاں باپ کے رشتہ میں تعدد کے سوال کو برداشت نہیں کر سکتا۔ آپ اگر کسی شریف انسان سے دریافت کریں کہ اس کے بھائی کتنے ہیں چچے کتنے ہیں تو وہ خوشی سے کہہ سکتا ہے کہ اللہ کے فضل سے اتنے بھائی ہیں اور اتنے چچے ہیں۔ لیکن اگر آپ اس سے یہ پوچھیں کہ آپ کے باپ کتنے ہیں؟ تو فوراً ناراض ہوگا۔ اور اس سوال پر جو درحقیقت خطرناک گالی ہے غصے کا اظہار کرے گا۔ پس ہر شریف بیٹا اپنے باپ کی توحید کا قائل ہوتا ہے۔ اس توحید کے انکار سے اس کا ولد الحرام ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کو اللہ کی توحید کا قائل ہونا چاہیئے اور یہی انسانیت کی برتری اور فضیلت کی چابی ہے۔ جس طرح ہر صاحب شعور انسان کو اپنے اَب (باپ) کی یکتائی پر اصرار ہے اسی طرح ہر مومن کو اپنے رَبّ (اللہ) کی یکتائی پر اصرار ہے۔ جس طرح کوئی شریف آدمی اپنے باپ کی ابوت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہرا سکتا اسی طرح کوئی توحید پرست اپنے رب کی ربوبیت میں کسی کو شریک قرار نہیں دے سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے توحید پر زور دیتے ہوئے شرک کی سخت مذمت کی ہے اور جملہ انبیاء اور بزرگ اپنے اپنے وقت میں توحید کی منادی کرتے رہے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سیدۃ النساء حضرت ام المومنین اطال اللہ ظلہا کیلئے دعائیں اور صدقات

حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاءہا کی علالت کی اطلاع پر ۶ اپریل کو تمام احباب جماعت کلکتہ انجمن احمدیہ ہال میں جمع ہوئے اجتماعی دعا کی گئی اور صدقہ کیلئے ایک سو نو روپیہ کی رقم احباب نے جمع کر کے مرکز قادیان میں بھجوائی۔ نیز مستقل طور پر دعا کرنے کے لئے جماعت کو تین حلقوں میں تقسیم کیا گیا۔ اور تینوں حلقوں میں روزانہ اجتماعی دعا جاری کر دی گئی۔ سید بدر الدین احمد قائد مجلس خدام الاحمدیہ کلکتہ۔ ۸/۴/۵۲

نظارت علیا قادیان کے تار کے ذریعہ سے حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاءہا کی شدید علالت کی خبر ملنے پر انفرادی اور اجتماعی دعاؤں اور صدقات کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ اور حضرت ممدوحہ کی علالت کی اطلاع جماعت احمدیہ شموگہ اور ہینگاڈی کو بھی دی گئی۔ بشیر احمد وائس پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ بنگلور ۱۰/۴/۵۲

جماعت احمدیہ یادگیر نے حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاءہا کی صحتیابی و درازی عمر کے لئے اجتماعی دعا کی اور ایک بکرا بطور صدقہ ذبح کیا۔

ربوہ میں جماعت احمدیہ کی تینتیسویں مجلس مشاورت کا افتتاح

پاکستانی اور مختلف بیرونی ممالک کے مندوبین کی شرکت حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایمان افروز تقریر

سٹاف رپورٹر سے

ربوہ۔ ۱۱ اپریل۔ جماعت احمدیہ کی تینتیسویں مجلس مشاورت اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج سوا دو بجے سہ پہر بعد نماز جمعہ شروع ہوئی۔ سیدنا امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دعا کے ساتھ اس کا افتتاح فرمایا۔

مختلف ممالک کے نمائندوں کی شرکت

امسال مجلس مشاورت میں جو دفتر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے ہال میں منعقد ہو رہی ہے ۳۲۷ نمائندے شرکت کر رہے ہیں۔ جس میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان اور تحریک جدید کے نمائندوں کے علاوہ بیرونی جماعتوں کے مندوبین شامل ہیں۔ بیرونی ممالک میں سے اس مرتبہ جرمنی۔ امریکہ۔ سوڈان۔ انڈونیشیا اور چین کے احمدیوں کے نمائندوں کو بھی اس بابرکت مجلس میں شریک ہو کر اپنے پیارے آقا و مطاع کے ایمان افروز ارشادات سننے کی سعادت حاصل ہوئی۔ چنانچہ عبدالشکور کنزے جرمن اور رشید احمد امریکہ۔ ابراہیم عباسی سوڈان۔ صالح شبیہ صاحب انڈونیشیا۔ عثمان صاحب (چین) نے اپنے اپنے ممالک کی جماعتوں کی نمائندگی کی۔ نیز مشرقی پاکستان سے وہاں کے امیر مولوی محمد صاحب بی۔ اے بھی تشریف لائے ہوئے ہیں۔

مجلس مشاورت تین دن تک جاری رہے گی جس میں دیگر اہم امور کے علاوہ صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے میزانیوں پر بھی غور کیا جائے گا۔

دُعا

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نماز جمعہ کے بعد قریباً ۲ بجے ہال میں تشریف لائے۔ مکرم حافظ محمد رمضان صاحب نے قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ جس کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جیسا کہ شوریٰ کے ایجنڈے سے ظاہر ہے۔ یہ ہماری شوریٰ کا تینتیسواں اجلاس ہے۔ آج ہم اس لئے جمع ہوئے ہیں۔ تاکہ تحریک جدید اور صدر انجمن احمدیہ کے سالانہ بجٹ پر غور کریں۔ نیز بعض دیگر اہم امور پر غور کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کریں۔ اصل کارروائی شروع کرنے سے پہلے میں حسب دستور دعا کروں گا۔ احباب بھی اس میں میرے ساتھ شامل ہوتے ہوئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح طور پر غور کرنے اور صحیح نتائج پر پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے ہمارے سپرد جو کام کیا گیا ہے۔ وہ نہایت وسیع ہے۔ لیکن ہمارے ذرائع بہت ہی محدود ہیں۔ ہم تعلیم کی کمی یا تربیت کے نقص کی وجہ سے اہم چیزوں کو ان کے موقعہ اور محل پر کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اور بسا اوقات چھوٹی چھوٹی باتوں کو اتنی اہمیت دے دیتے ہیں کہ وقت انہیں میں ضائع ہو جاتا ہے۔ اور اصل کام پیچھے رہ جاتے ہیں پس آؤ ہم دعا کریں۔ کہ ہم اپنے کاموں کو ان کی اہمیت کے مطابق کرنے کی توفیق پائیں۔ ہم تھوڑے سے سامانوں کو زیادہ سے زیادہ مفید رنگ میں استعمال کریں۔ یہاں تک کہ ہم اپنی ذمہ واریوں کو پورا کرنے کے قابل ہو جائیں۔ اے خدا تو ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہماری باتیں محض باتیں ہی نہ ہوں۔ بلکہ وہ عمل کا پیش خیمہ ہوں۔ ہمارا تفکر لہو ہی نہ ہو بلکہ وہ ایک ایسی سنجیدہ اور اٹل حقیقت ہو جس کے سامنے دنیا کی کوئی طاقت نہ ٹھہر سکے۔"

حضور نے فرمایا "آئندہ میں شوریٰ کے موقعہ پر ہر روز اجلاس شروع ہونے سے قبل دعا کیا کروں گا۔ اور پھر شوریٰ ختم ہونے کے وقت اختتامی دعا ہوا کرے گی گویا شوریٰ کے تین دنوں میں چار دفعہ دعا ہوا کرے گی۔ اب دعا کرتا ہوں تمام دوست اس دعا میں شریک ہوں۔"

تین سب کمیٹیوں کا تقرر

اس کے بعد حضور نے لمبی دعا فرمائی۔ اور دعا کے بعد تشہد و تعوذ کی تلاوت کے بعد فرمایا "جیسا کہ پروگرام میں لکھا ہے اور جیسا کہ سابق دستور چلا آیا ہے۔ میں شوریٰ کی کارروائی شروع کرنے سے قبل تقریر کیا کرتا ہوں۔ لیکن آج میں اس طریق کو بدلنا چاہتا ہوں اور سب سے پہلے دوستوں کے مشورہ سے سب کمیٹیوں کے ممبر مقرر کروں گا۔ اور اس کے بعد سب کمیٹیوں کے سامنے بعض باتیں رکھوں گا۔ جن پر انہیں غور کرنا چاہئے۔ یہ طریق میں نے ایک مجبوری اور ضرورت کی وجہ سے اختیار کیا ہے۔"

اس کے بعد حضور نے احباب کے مشورہ سے تین سب کمیٹیاں مقرر فرمائیں۔

(۱) سب کمیٹی بیت المال۔ اس کمیٹی کے متعلق حضور نے فرمایا کہ صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے بجٹ کے علاوہ مینو پرائیویٹ سیکرٹری کی تجاویز (۱)، (۲)، (۳)، (۴) پر بھی غور کرے گی۔ اسکے اولاً حضور نے ۲۳ ممبر مقرر کئے لیکن بعد ازاں بڑھا کر ۲۶ کر دیئے۔ اس کا صدر حضور نے مرزا عبدالحق صاحب امیر جماعت ہائے صوبہ پنجاب کو اور سیکرٹری جناب ناظر صاحب بیت المال کو مقرر فرمایا۔

(۲) سب کمیٹی امور عامہ و نظارت مقبرہ بہشتی اسکے پندرہ ممبر مقرر فرمائے۔ صدر مکرم قاضی محمد اسلم صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج آف لاہور اور سیکرٹری مکرم ناظر صاحب امور عامہ مقرر ہوئے۔

(۳) سب کمیٹی دعوۃ و تبلیغ اس کے بھی پندرہ ممبر مقرر ہوئے۔ صدر مکرم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کو اور سیکرٹری جناب ناظر دعوۃ و تبلیغ کو مقرر فرمایا۔ مینو پرائیویٹ سیکرٹری کی تجویز بھی جو وقف کے قواعد کے متعلق ہے اس سب کمیٹی کے سپرد فرمائی۔ ان سب کمیٹیوں کے اراکین میں متعلقہ صیغوں کے انچارج صاحب کے علاوہ حضور نے احباب کے مشورہ سے پنجاب۔ بہاولپور۔ سندھ۔ بلوچستان۔ سرحد۔ کشمیر اور مشرقی پاکستان کے نمائندے بھی لئے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر

سب کمیٹیوں کے تقرر کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تقریر کرتے ہوئے سب کمیٹیوں کی رہنمائی اور ہدایت کیلئے مختلف اہم امور بیان فرمائے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے مدِ خلافت کے بجٹ کے بعض حصوں کو پرائیویٹ سیکرٹری کے بجٹ میں رکھنے کا مشورہ دیا اور اس ضمن میں لائبریری کے لئے کچھ رقم مخصوص کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے حضور نے لائبریری کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ درحقیقت ایک اعلیٰ درجہ کی لائبریری کے بغیر کوئی تبلیغی جماعت کام کر ہی نہیں سکتی۔ اس بارے میں بہت بھاری غفلت سے کام لیا گیا ہے۔ ہمیں تو چاہیئے کہ مرکز میں ایک مکمل لائبریری کے علاوہ ہر بڑے شہر اور قصبہ میں بھی ہماری لائبریریاں موجود ہوں اسکے بغیر ہم کبھی اپنی تبلیغی جدوجہد میں پورے طور پر کامیاب نہیں ہو سکتے۔

بیرونی ممالک میں مساجد کی تعمیر کی ضرورت بتاتے ہوئے حضور نے فرمایا: "بالخصوص یورپ کے ممالک میں تو مساجد ہی تبلیغ کا بہترین ذریعہ ہوتی ہیں۔ اسوقت تک ہم نے یورپ میں جو مساجد تعمیر کی ہیں۔ وہ کسی پروگرام کے ماتحت نہیں کیں۔ لیکن اب وقت آگیا ہے کہ ہم اس سلسلے میں ایک معین پروگرام مرتب کر کے اسکے ماتحت باری باری یورپ کے سب ممالک میں مساجد تعمیر کریں۔"

حضور نے ہر کام میں منصوبہ بندی اور پلیننگ کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا "اس وقت تک ہمارے اکثر کام ہنگامی رنگ میں ہوتے رہے ہیں۔ کام کی ابتداء میں بیشک ایسا ہی ہوا کرتا ہے لیکن آخر میں ہر کام ایک خاص پروگرام کے ماتحت آجانا چاہیئے۔ اب ہم ایسے مقام پر پہنچ چکے ہیں۔ اور ایسی اقوام میں ہماری تبلیغ شروع ہو چکی ہے جو یہ سمجھ ہی نہیں سکتیں کہ منصوبہ بندی کے بغیر بھی کوئی کام ہو سکتا ہے۔ پس اب ضرورت ہے کہ ہماری نظارتیں محض پوسٹ آفس بن کر نہ رہ جائیں۔ بلکہ ان کے سامنے ایک معین پروگرام ہو جس کے ماتحت وہ کام کریں۔ سب کمیٹیوں کو فیصلہ کرتے وقت اس اہم امر کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے۔" اس ضمن میں حضور نے صدر انجمن احمدیہ کی نظارتوں اور تحریک جدید کی وکالتوں کے کام پر تبصرہ کرتے ہوئے ان مشکلات کا ذکر فرمایا۔ جو کام میں حارج ہوتی ہیں اور پھر جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے مندرجہ ذیل امور کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی۔

(۱) سلسلے کے کاموں کیلئے موزوں افسر نہیں ملتے۔ جو اصحاب اس وقت کام کر رہے ہیں۔ ان میں سے اکثر عمر کے ایسے مرحلوں میں گذر رہے ہیں کہ وہ زیادہ عرصہ اس کام کو نہیں چلا سکتے۔ اسلئے ضرورت ہے کہ اول تو ایسے نوجوان آگے آئیں جنہیں ذمہ داری کے کاموں پر لگایا جا سکے اور وہ ان کاموں کو نبھا سکیں۔ اور جبتک ایسے نوجوان تیار نہیں ہوتے اسوقت تک کیلئے پنشنر اصحاب کو سلسلے کی خدمت کیلئے اپنے آپکو پیش کرنا چاہیئے۔ تاکہ ایک طرف تو سلسلہ ان کے تجربہ اور ان کی قابلیتوں سے فائدہ اٹھائے اور دوسری طرف زندگی کے آخری ایام وہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول میں صرف کر سکیں۔

(۲) اپنے جماعتی کاموں کے محاسبہ کرنیکے لئے ہماری رائے عامہ کو بیدار ہونا چاہیئے۔ تاکہ مرکزی اداروں کو بھی یہ احساس ہو کہ جماعت ہمارے کاموں کو دیکھتی اور ان پر نگرانی رکھتی ہے۔ ایسا کرنا دستور طبکہ وہ بعض حدود کے اندر ہو خلافت کی ہتک نہیں بلکہ خلافت کی مدد ہے۔

(۳) ہر طبقہ اور ہر گروہ کے احباب کو اپنے اپنے طبقہ اور گروہ میں تبلیغ پر زور دینا چاہئے اس بارے میں بڑی کوتاہی سے کام لیا جا رہا ہے

(۴) تجارت اور صنعت و حرفت کے میدان میں ہمیں اگر خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی تو اس کی ایک بڑی وجہ ہمارے تاجروں میں عدم تعاون کی روح ہے۔ ہمارے تاجروں کو جماعتی کاموں میں دلچسپی لینے ایک دوسرے کی مدد کرنے کا اجتماعی جذبہ اپنے اندر پیدا کرنا چاہیئے۔

پونے چھ بجے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی تقریر ختم فرمائی۔ اور مجلس شوریٰ کے پہلے دن کا اجلاس ختم ہوا۔ (الفضل)

از حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی

(۳)

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو بدر مورخہ ۲۸ مارچ سنہ ۱۹۵۲ء

قرآن کریم کلام ربانی۔ سراسر نور۔ ہدایت اور رحمت ہے۔ مگر اللہ کریم فرماتے ہیں یضلّ بہٖ کثیراً ویھدی بہٖ کثیراً۔ اسی طرح ہر رحمت۔ نعمت اور مفید چیز بداستعمالی سے مضر بن جاتی ہے۔ الوصیت خدا کے مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمائی۔ وہ خزانہ نور۔ باعثِ رحمت اور موجبِ صد ہزاراں برکات ہے۔ مگر مثل مشہور ہے۔ کہ کسی نے ایک بھوکے سے پوچھا تھا۔ کہ دو اور دو کتنے ہوتے ہیں؟ مسئول اتفاقاً اسوقت بہت بھوکا تھا۔ اور بھوک کے غلبہ کی وجہ سے طبعاً اس کے دماغ پر روٹی کے خیال کا غلبہ تھا۔ جواب میں بے اختیار بول اُٹھا

دو اور دو چار روٹیاں

الغرض ہمارے ان مقتدر اصحاب کو الوصیت میں بڑی سے بڑی جو چیز دکھائی دی۔ وہ حکومت و سلطنت اور اختیار و اقتدار کا ملنا تھا۔ چنانچہ یہی وہ خیال ہے۔ جو میلانِ طبع۔ قلبی کیفیت اور ان کے خیالات کی رو کے ماتحت اُن کے دل و دماغ میں پرورش پاتا۔ مضبوط ہوتا اور بڑھتا چلا گیا۔ حتّٰی کہ اُن پر کچھ ایسا مسلط و مستولی ہؤا۔ کہ اُس نے اُن کی توجہات کو ہر طرف سے ہٹا کر اسی مرکز پر جمع کر دیا۔ اور اس طرح یہ بزرگ

حکومت و سلطنت کے خواب دیکھنے

اختیارات و اقتدار کے قلعے بنانے

میں ہمہ تن اور ہمہ توجہ مصروف ہو گئے۔ چنانچہ آپ کو غور کرنے اور سوچنے سے یہ امر اس طرح مشہود و محسوس نظر آنے لگے گا۔ کہ تمام جھگڑوں۔ سارے فتنوں اور ساری مساعی کی تہ میں آپ اسی جذبہ کو کار فرما پائیں گے۔ یہی خواہش حکومت تھی۔ جس کے قیام کی آرزو اُن کو بیعت کے بعد بغاوت پر۔ اقرارِ اطاعت و فرمانبرداری کے بعد سرکشی و روگردانی پر۔ اور اظہارِ ندامت و پشیمانی کے بعد توبہ شکنی و طغیانی پر آمادہ کرتی اور اُکساتی تھی۔ اور نشۂ حکومت۔ تمنائے سلطنت اور حصول اقتدار و اختیار کی خواہش نے دنیا میں کیا کیا کارہائے نمایاں کرائے؟ تاریخ ایسے واقعات سے پٹی پڑی ہے۔ اور عجب نہیں کہ اس کے علاوہ الوصیت کے سمجھنے میں اُن کو کوئی غلطی بھی لگی ہو۔ جس کی وجہ سے وہ قابلِ معافی و درگذر سمجھے جانے چاہئیں۔ مگر جب خلیفۂ وقت نے اُن کو نہ صرف ایک مرتبہ بلکہ دو بار معاف کر کے جہاں رجوع و اصلاح اور توبہ و انابت کا موقعہ بہم پہنچایا۔ وہاں یہ فرماتے ہوئے۔ کہ

”مگر یہ گمان نہ کرو۔ کہ تم مجھ بڈھے کو

آیت یا حدیث یا مرزا صاحب

کے کسی قول کے معنے سمجھا

لوگے“۔

اُن پر اتمام حجت فرما دیا۔ اور الوصیت کے سمجھنے میں کسی غلط فہمی کے عذر کا امکان ہی باقی نہ رہنے دیا تھا۔ لہٰذا اب آئندہ کے لئے تو ان اصحاب کو محتاط اور اپنے عہد کا پابند رہنا چاہیئے تھا۔ مگر افسوس کہ یہ سلسلہ ختم ہؤا پر نہ ہؤا۔ اور چلتا ہی چلا گیا۔ کبھی ظاہر تو کبھی باطن۔ کبھی کھلم کھلا اور علی الاعلان تو کبھی پوشیدہ و در پردہ۔ اور ان لوگوں کی ایسی حرکات اور کارروائیوں سے سیدنا حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت تکلیف ہؤا کرتی۔ حتّٰی کہ ہوتے ہوتے نوبت ایں جا رسید کہ حضور نے تنگ آکر یہاں تک لکھ دیا کہ:۔

”میرے مرنے پر ان کو ضرور دقت پیش آئے گی۔ اگر اصلاح نہ ہوئی افسوس“۔

اسی پر بس نہیں۔ کسی اور معاملہ پر رنج و غم اور افسوس کا اظہار فرماتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا کہ:۔

”آپ کا پیغام جنگ پہنچا۔ مولوی محمد علی اور خواجہ کمال الدین کی بیعت کر لو۔ اناللہ وانا الیہ راجعون“۔

اور یہ وہ حقائق ہیں۔ جو ۱۹۱۳ء کے اواخر یعنی حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سے صرف چند ماہ قبل تک ظہور پذیر ہوتے چلے گئے۔ یکبارگی صورت و شکل کو دوسرا رنگ دے دیا گیا۔ اور پہلو بدل کر نئے طریق۔ جدید اسلوب پر اس جنگ کی طرح ڈالی گئی۔ یہ اصحاب حل و عقد اپنے مخالفانہ حرکات سے کبھی باز آئے نہ تائب ہوئے۔

”مولوی محمد علی اور خواجہ کمال الدین کی بیعت کر لو۔ اناللہ وانا الیہ راجعون“۔

کا فقرہ جس حقیقت کا مظہر ہے۔ وہ عیاں ہے۔ اور عیاں را چہ بیاں؟ مگر تعجب اور طرفہ یہ کہ معاملہ کے اس انتہا کو پہنچ جانے کے باوجود وہ بزرگ نہ صرف یہ کہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی زبان پر بھی لا سکے کہ

پھر تو بیعت فسخ ہو گئی۔ اور وہ لوگ خارج از جماعت ہو گئے۔

بلکہ کلمۂ حق کہنے اور زبان کھولنے والوں سے دست و گریباں ہونے کو تیار۔ اور آمادہ بہ فساد نظر آتے ہیں۔ الغرض یک نہ شد دو شد۔ بلکہ دو نہ شد سہ شد۔ اس جنگ کی حد ہی ہو گئی۔ اور اس کے لڑنے والوں نے کمال ہی کر دکھایا۔ اور مثل

آزمودہ را آزمودن

کی صداقت پر بار بار اپنے عمل سے مہر تصدیق ثبت کر دی۔

فانا للہ وانا الیہ راجعون

میں بہت سی تفاصیل اور واقعات چھوڑتا۔ حوالہ بخدا کرتا اور خواہشمند ہوں۔ تفاصیل کو حضرت مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل کے مرتبہ رسالہ موسومہ بہ خلافت احمدیہ کو مٹانے اور جماعت احمدیہ کو منتشر کرنے کے لئے اہلِ پیغام کے

بعض خاص کارنامے“۔

کے مطالعہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ جس میں فاضل اور واجب الاحترام مصنف و مرتب نے نہایت قابلیت کے ساتھ پوری شرح و بسط سے ان حالات پر ایک گہری اور محققانہ نظر ڈالی۔ اور آنے والی نسلوں کے واسطے حقیقت حال سے واقف و آگاہ ہونے اور حق و صداقت تک پہنچنے کا بے نظیر مواد اور معلومات کا خزانہ جمع کر دیا ہے۔ شکر اللہ سعیہ قبل عملہ واعظم اجرہ۔ بات لمبی ہو گئی۔ اور مقصود ابھی میرا دور ہے۔ لہٰذا مختصر کرتا اور اشاروں ہی پر اکتفا کرتا ہؤا آگے بڑھتا ہوں۔

حکومت و سلطنت کے حصول کی ہوس اور الوصیت سے پیدا شدہ ایک خیالی غلط فہمی کے علاوہ تیسرا بڑا مرض ان اراکین کے دلوں میں

عداوتِ محمود اور بغضِ خاندان

تھا۔ جو ان کو کسی کروٹ چین لینے دیتا نہ وہ آرام کی نیند سو سکتے تھے۔ اور یہ اُن کے ہر شعبۂ زندگی۔ حرکات و سکنات۔ نشست و برخاست۔ خلوت و جلوت اور تحریر و تقریر۔ غرض ہر رنگ میں اتنا نمایاں واضح اور عیاں ہو چکا تھا کہ چھپانے سے چھپتا نہ دبانے سے دبتا بلکہ روز افزوں تھا۔ الزام تراشی سوءظنی اور بدگمانی سے ایسی ایسی بے پر کی ہانکی اور اُڑائی جاتیں۔ اعتراضات کئے جاتے۔ مخالفانہ پروپیگنڈا کیا جاتا جو اس معصوم۔ ناکردہ گناہ بلکہ مظلوم ہستی کے وہم و گمان میں نہ ہوتیں۔ اس انبار کے اندراج و تکرار کی بجائے میں صرف دو قول ان کی رکن رکین ہستیوں یعنی مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کے لکھنے کے بعد اُن کے اعتراضات کے جواب کا صرف تھوڑا سا حصہ درج کر دیتا ہوں۔ جو میرے آقا سیّدنا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجبور ہو کر۔ تنگ آکر۔ بادل ناخواستہ لکھا۔ اور شائع فرمایا تھا۔ مولوی صاحب نے جہاں بدظنی کر کے خاندان نبوت اور اولاد سے بے تعلقی کا اظہار کیا۔ وہاں اُنھوں نے دلی رنج کا بھی اظہار و اعلان کر دیا۔ چنانچہ اپنی رفیقۂ حیات محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ مرحومہ کی وفات کے ذکر کی ذیل میں خاندان نبوت کے اراکین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

”ہاں سب برابر نہیں ہوتے۔ اگر کسی نے میرا **محسن ہونے کے باوجود بجائے اظہارِ غم و** ہمدردی کے کسی گذشتہ رنج کا اظہار اس وفات کے وقت کیا۔ تو یہ شاید میرے لئے سبق تھا۔ کہ دنیا کے کسی گھر کو اپنا گھر سمجھنا غلطی ہے“۔ (ریویو صفحہ ۴۸)

اور خواجہ صاحب نے مدرسہ احمدیہ کے ایک مربی مجلس کی ایک میٹنگ کے وقت جو کچھ کہا۔ وہ جہاں نہایت ہی دلآزار۔ رنجدہ اور دردناک ہے۔ وہاں ان لوگوں کی قلبی کیفیت۔ دلی حالت اور نخوت و استکبار کا بھی آئینہ دار ہے۔

”ہماری غلطی ہے کہ میاں میاں کہہ کر ہم نے آپ کو سر چڑھا لیا۔ ہم میاں کہنا چھوڑ دیں پھر دیکھیں گے۔ کہ کون آپ کو میاں کہہ کر محبت و

ہفت روزہ اخبار بدر دار المسیح قادیان

عزت سے یاد کرتا ہے۔"

اللہ۔ اللہ وہ قوم جس نے علو و استکبار اور تعلّی و استحقار کرنے والوں کے انجام اپنی آنکھوں دیکھے نہ ایک بار بلکہ بار بار۔ اور خدا کے نبی اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں دیکھے۔ اور بطورِ نشان ہائے خداوندی اور آیاتِ الٰہی دیکھے۔ اُن کی زبان سے نکلا تو کیا نکلا؟

كبرت كلمة تخرج من افواههم وما تخفی صدورهم اكبر۔ سچ ہے اذا نصر الله المؤمن جعل له الحاسدين فی الارض (تذکرہ صفحہ ۵۳)

پس محمود کا محمود ہونا اس کے منصور و مؤید ہونے کی علامت اور صداقت کی دلیل ہے جس کی شہادت کلامِ الٰہی میں موجود ہے۔ سیدنا مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام

انی احافظ كل من فی الدار
الا الذين علوا باستكبار

سچا۔ درست اور حقیقتِ حال پر مبنی ہے حضور کے الدار میں رہائش رکھنے والے ایک بزرگ کو ایام طاعون میں کچھ تکلیف ہوگئی۔ نہایت شدت کا بخار اور آثارِ مرض تھے۔ ان کو خود بھی شبہ بلکہ یقین طاعون کا ہوا۔ ڈرے اور سخت خوفزدہ ہوئے حضرت کے حضور دعا کے لئے التجا کی حضور کو ان کے دلی خطرہ کا علم ہوا۔ دعا فرمائی۔ اور اس طرح خداوند نے معجزانہ شفا بخش کر اپنے قول کی صداقت کا اظہار فرمایا۔ اور ظاہری مرض اور وبائی بلا سے نجات بخش کر اپنے وعدہ کے ایک پہلو کو پورا کر دکھایا۔ مگر جب اُنہوں نے روحانی الدار کو چھوڑ دیا۔ تخت گاہ رسول سے الگ ہو کر قطع تعلق کر لیا۔ اور بدظنی تعلّی و استکبار کا ایسا طریق اختیار کیا تو روحانی سزا دے کر الہام کا دوسرا حصہ بھی پورا کر دکھایا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اب میں ذیل میں سیدنا محمود ایدہ اللہ الودود کے اس جواب کا ایک حصہ درج کر دیتا ہوں۔ جو حضورِ پُر نور بعض بزدل معترضین کے الزامات اور خفیہ ٹریکٹ و اشتہارات شائع کرنے والوں کو دیا۔ اور اسی حصۂ جواب ہی سے اُن اعتراضات کا قارئین کرام اندازہ فرما لیں گے۔

"افسوس میں نے اپنے دوستوں سے وہ سنا۔ جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے نہ سنا تھا میرا دل حسرت و اندوہ کا مخزن ہے۔ اور میں حیران ہوں۔ کہ میں کیوں اسقدر موردِ عتاب ہوں۔ بے شک وہ بھی ہوتے ہیں۔ جو عمر در راحت میں اپنی عمر گذارتے ہیں مگر یہاں تو سے

چھاتی قفس میں داغ سے اپنے ہے رشک باغ
جوشِ بہار تھا۔ کہ ہم آئے اسیر ہو

اگر میں تبلیغ دین کے لئے باہر نکلتا ہوں۔ تو کہا جاتا ہے۔ کہ لوگوں کو پھسلانے کے لئے اپنی شہرت کے لئے اپنا اثر و رسوخ پیدا کرنے کے لئے اپنی جماعتیں بنانے کے لئے نکلتا ہے۔ اور اس کا باہر نکلنا اپنی نفسانی اغراض کے لئے ہے۔ اور اگر میں اس اعتراض کو دیکھ کر اپنے گھر بیٹھ جاتا ہوں تو یہ الزام دیا جاتا ہے۔ کہ یہ دین کی خدمت میں کوتاہی کرتا ہے۔ اور اپنے وقت کو ضائع کرتا ہے۔ اور خالی بیٹھا دین کے کاموں میں رخنہ اندازی کرتا ہے۔ اگر میں کوئی کام اپنے ذمہ لیتا ہوں تو مجھے سنایا جاتا ہے۔ کہ میں حقوق کو اپنے قبضہ میں کرنا چاہتا ہوں۔ اور قومی کاموں کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہوں۔ اور اگر میں دل شکستہ ہو کر جدائی اختیار کرتا ہوں۔ اور علیحدگی میں اپنی سلامتی دیکھتا ہوں۔ تو یہ تہمت لگائی جاتی ہے کہ یہ قومی درد سے بے خبر ہے۔ اور جماعت کے کاموں میں حصہ لینے کی بجائے اپنے اوقات کو رائیگاں گنواتا ہے۔ مگر مجھے جاننے والے جانتے ہیں۔ کہ میں عام انسانوں سے زیادہ کام کرتا ہوں۔ حتیٰ کہ اپنی صحت کا بھی خیال نہیں رکھتا۔ مگر اسے جانے دو۔ مجھے تم خود ہی بتاؤ۔ کہ وہ کونسا تیسرا راستہ ہے جسے میں اختیار کروں۔ خدا کے لئے مجھے اس طریق سے آگاہی دو جس پر ان دونوں راستوں کو چھوڑ کر میں قدم زن ہوں۔ للہ مجھے وہ سبیل بتاؤ۔ جسے میں اختیار کروں۔ آخر میں انسان ہوں۔ خدا کے پیدا کئے ہوئے دو راستوں کے علاوہ تیسرا راستہ میں کہاں سے لاؤں۔

صبح شام۔ رات دن۔ اُٹھتے بیٹھتے۔ یہ باتیں سن سن کر میں تھک گیا ہوں۔ زمین باوجود فراخی کے مجھ پر تنگ ہوگئی ہے۔ اور آسمان باوجود وسعت کے میرے لئے قیدخانہ کا کام دے رہا ہے۔ اور میری وہی حالت ہے کہ ضاقت عليهم الارض بما رحبت وضاقت عليهم انفسهم وظنوا ان لا ملجاء من الله الا اليه۔ افسوس کہ میرے بھائی مجھ پر تہمت لگاتے ہیں۔ اور میرے بزرگ مجھ پر بدظنی کرتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ دنیا میں ڈیڑھ ارب آدمی بستا ہے۔ مگر مجھے تو سوائے خدا کے اور کوئی نظر نہیں آتا۔ لوگ اس دنیا میں تنہا آتے اور یہاں سے تنہا جاتے ہیں۔ مگر میں تو تنہا آیا۔ اور تنہا رہا۔ اور تنہا جاؤنگا۔ یہ زمین میرے لئے ویران جنگل ہے۔ اور یہ بستیاں اور شہر میرے لئے قبرستان کی طرح خاموش ہیں۔ میرے دوست اسوقت مجھے معاف فرمائیں۔ میں انکی محبت کا شکرگذار ہوں لیکن میں کیا کروں۔ کہ جہاں میں ہوں۔ وہاں وہ نہیں ہیں۔ میں ان مہربانوں کے مقابل میں جو مجھے آئے دن ستاتے رہتے ہیں۔ اُن کی محبت کی قدر کرتا ہوں۔ ان کے لئے دعا کرتا اپنے رب سے ان پر فضل کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ لیکن باوجود اسکے میں تنہا ہوں۔ میری شان ایک طوطے کی ہے۔ جس کا آقا اس پر مہربان ہے۔ اور اس سے نہایت محبت کرتا ہے اور طوطا بھی اس کے پیار کے بدلہ میں اس سے اُنس رکھتا ہے۔ اور اُس کی جدائی کو ناپسند کرتا ہے۔ مگر پھر بھی اس کا دل کہیں اور ہے۔ اس کے خیال کہیں اور ہیں۔

میرے آقا کا دلبند میرا مطاع امام حسین رضہ تو ایک دفعہ کربلا کے ابتلاء میں مبتلا ہوا لیکن میں تو اپنے والد کی طرح یہی کہتا ہوں۔ کہ

کربلائیست سیرِ ہر آنم
صد حسین است در گریبانم (الفضل ۱۹/۱)

فماذا بعد الحق الا الضلال۔ اس جواب کے بعد اور اظہار حقیقت پر بھی اگر کسی کا دل تسلی نہیں پاتا۔ بدظنی کر کے زبان طعن کھولتا اور اعتراضات سے نہیں رکتا تو وہ یقیناً اپنی کور باطنی تعصب۔ ضد اور ہٹ دھرمی پر مہر تصدیق ثبت کرتا۔ اور اس پر لعینہ

بینا و نابینا کے مل کھانے کا واقعہ اپنی پوری کیفیت کے ساتھ چسپاں ہوتا ہے۔

الغرض ایسے اور انہی حالات میں سے گذرتے ہوئے ہم لوگ دن اور دنوں کے بعد ہفتے۔ ہفتوں کے بعد مہینے اور سال بسر کرتے چلے گئے۔ عجیب در عجیب واقعات۔ نئے سے نئے حالات کانوں میں پڑتے اور دلوں کو چھیدا کرتے تھے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ قضاء الٰہی سے گھوڑی پر سے گر گئے۔ بہت چوٹیں آئیں۔ حالات نازک ہو ہو جاتے رہے۔ خدا نے فضل کیا۔ شفا بخشی۔ اور پھر آخر وہ موعود و مقدر گھڑی قریب آ پہنچی۔ جو

کل نفس ذائقة الموت

میں مفہوم ہے۔ بیماری لمبی ہوگئی ضعف و نقاہت بڑھ گئی۔ ڈاکٹر طبیب اور وید حکیم سبھی ان قابو یافتگان کی مرضی و اشارہ پر چلتے۔ کوئی علاج اُن کی اجازت کے بغیر ہو سکتا نہ تشخیص۔ اپنے مصالح اور حکمتوں کے ماتحت جو چاہتے وہ کرتے تھے۔ قصہ مختصر یہ کہ اپنے سوا یہ لوگ کسی دوسرے کا دخل پسند ہی نہ کرتے تھے۔ انہی حالات میں وہ قضاء ہی قضاء مبرم ثابت ہوئی۔ مگر اس سلسلہ میں جو ناکہ بندی اور محاصرہ حضرت ممدوح کا ان برسراقتدار اصحاب نے کئے رکھا۔ اور جس طرح اپنے ہم خیالوں کے علاوہ دوسرے مخلصین اور عزیز یار تک کو جہاں تیمارداری اور خدمت سے محروم رکھا وہاں صحیح حقیقت حال سے بھی ناواقف رکھنے کی پوری کوشش کی جاتی رہی۔ حتیٰ کہ بعض ایسے راز ہیں۔ جن کی بناء پر حضرت خلیفہ اول رضہ نے بھی بھاری تکلیف محسوس کر کے کسی دوسری جگہ جانا پسند فرمایا۔

چنانچہ ایسے ہی بعض وجوہ کے ماتحت حیات نور کے آخری چند ایام حضرت قبلہ نواب محمد علیخاں صاحب کے دولت سرائے میں گذرے۔ اگرچہ کوشش ان بزرگوں کی اس نقل مکانی کے وقت بھی یہی تھی۔ کہ "سرکاری عمارت" ہی میں رکھا جائے۔ جہاں ان کے سوا کسی اور کا دخل نہ ہو۔ مگر مصلحت الٰہی نے یہ سعادت حضرت نواب صاحب کے حصہ میں مقدر کر رکھی تھی۔ جن کا گھر فراخ اور سب کے لئے برابر و یکساں کھلا تھا۔ جہاں ہر ممکن سہولت۔ ممکن خدمت اور علاج معالجہ۔ غذا و ہوا اور آرام کے سامان مہیا تھے۔ خدمت تو کی ہو گی ہر کسی نے علیٰ قدر مراتب۔ مگر جس والہانہ طریق عاشقانہ رنگ اور فدائیت کی ادا سے سیدنا محمود ایدھم اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز بے جگری سے آپ پر گرے رہے۔ خدمت کے لئے کھڑے رہے۔ رات آرام کیا نہ دن۔ اس کی نظیر ناممکن اور اندازہ محال ہے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو جو عشق و محبت سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تھا۔ اطاعت و فرمانبرداری اور فدائیت کا جو مقام ان کو میسر تھا۔ اس سے بھی کہیں بڑھ کر حضرت محمود نے عشق و محبت۔ خدمت و فدائیت اور اطاعت و فرمانبرداری کا نمونہ قائم کر دکھایا۔

۱۳ر مارچ ۱۹۱۴ء کی صبح کو آپ دار السلام سے ٹھہر آئے۔ اور کچھ غیر معمولی فکر۔ تشویش اور پریشانی کے اثرات آپ کے چہرہ سے عیاں تھے۔

آپ جلد جلد ادھر اُدھر آتے جاتے۔ اور بعض فرائض کام سرانجام دیتے رہے۔ فراغت کے بعد فرمایا:۔

"بھائی جی آپ لاہور جائیں

حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰ کو کل سے لاہور بھیجا ہوا ہے۔ وہ ابھی تک کستوری لے کر نہیں لوٹے۔ حضرت مولوی صاحب کی طبیعت بے حد کمزور ہے۔ کستوری کی ضرورت ہے۔ آپ جا کر لے آئیں۔ اگر حکیم صاحب مع کستوری مل جائیں تو لوٹ آئیں۔ گاڑی کا وقت بہت تنگ ہے کوشش کر کے اس کو پکڑ لیں۔ اور جس قدر جلد ممکن ہو کستوری لے آئیں۔"

میں نے عرض کیا۔ حضور وقت اتنا تھوڑا ہے کہ کوئی یکہ گاڑی پر پہنچا سکے گا اور نہ ہی دوڑ کر گاڑی کو پکڑا جائے گا۔ کوئی سائیکل ہو تو میں انشاء اللہ انتہائی کوشش کروں گا۔ فرمایا:۔

"میں اپنا سائیکل لاتا ہوں آپ تیار رہیں۔"

گھر جا کر جلد جلد خود سائیکل لائے۔ میں نے ہوا بھری اور خدا کا نام لے کر بٹالہ کو روانہ ہوا۔ سڑک ہماری اس زمانہ میں اتنی خراب۔ خستہ اور ریت سے اٹی رہتی تھی۔ کہ آجکل کی سڑک اس کے مقابل پختہ کہلانے کی مستحق ہے۔ میں نے پورا زور لگایا۔ اور ساری طاقت خرچ کی۔ باوجود ریت کی کثرت کے کہیں اترا نہ ٹھہرا۔ اور چلاتا ہی چلا گیا۔ تب جا کر میں خدا خدا کر کے اسٹیشن پر پہنچا۔ گاڑی کھڑی تھی۔ حالت میری یہ تھی کہ سائیکل سے اترا تو ٹانگیں میرے جسم کے بوجھ کی برداشت سے عاری اور نکمی ہو چکی تھیں۔ سائیکل پھینک

ہاتھ اور پاؤں کے بل

حیوانوں کی طرح سیڑھیوں پر چڑھا۔ ایک دوست سامنے نظر آئے۔ سائیکل اس کو سونپ گاڑی میں جا بیٹھا۔ لاہور پہنچ کر مکرمی حکیم محمد حسین صاحب کے متعلق معلوم کیا۔ تو پتہ لگا کہ رات وہ گاڑی سے رہ گئے تھے۔ آج صبح کستوری لے کر قادیان چلے گئے ہیں۔ اس طرح واپسی کے لئے مجھے شام کی گاڑی کی انتظار کرنا پڑی۔ جمعہ کا دن تھا۔ قادیان سکول کے طلباء ٹورنامنٹ میں شرکت کی غرض سے لاہور میں تھے۔ وہیں نماز جمعہ ادا کی۔ عصر کا وقت ہوگا کہ حضرت

مولانا نور الدین صاحب رضی کی وفات

کا تار پہنچ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دل اداس تھا۔ چین تھا نہ قرار۔ خبر سنتے ہی اسٹیشن پر پہنچا۔ جہاں اکے دکے احمدی احباب اکٹھے اور گاڑی کی انتظار میں جمع ہو رہے تھے۔ بعض کے ہاتھوں میں ٹریکٹ تھا۔

جسے وہ پڑھتے اور ادھر اُدھر ٹہلتے پھرتے تھے۔ میں نے کسی سے پوچھا نہ ہی کسی نے بتایا۔ کہ وہ کیا تھا۔ میرا دل اس صدمہ کی وجہ سے دلگیر اور رنجور تھا۔ کسی سے بات چیت کرنے کی بجائے گوشۂ خلوت کی خواہش تلاش تھی۔ جہاں علیحدہ بیٹھا دعائیں کروں۔ اور پیش آمدہ حالات کے لئے اپنے خدا سے راہنمائی و مدد مانگوں۔ فتنے بہت تھے۔ جھگڑے خطرناک اور حالات نازک جن کے خیال سے پریشانی بہت ہی کچھ بڑھی ہوئی تھی۔ اور آنے والے مرحلہ کی فکر سے دل بیٹھا جا رہا تھا۔

اتنے میں شمال اور جنوب سے آنے والی گاڑیاں آئیں اور لاہور کے دوست بھی کثرت سے آن پہنچے۔ ہر طرف اس ٹریکٹ کا چرچا۔ بحث مباحثہ جس میں اور شور و غوغا تھا۔ بیرونجات سے آنے والے دوست ٹریکٹ کو پڑھ اور اس کے مضمون سے آگاہ ہو کر آرہے تھے۔ مگر لاہور والے اکثر ابھی اس کے پڑھنے میں مشغول تھے۔ اس گرما گرمی نے میری توجہ کو اپنی طرف کھینچا۔ اور آخر ایک کاپی اس ٹریکٹ کی میرے ہاتھ پڑ گئی جسے کہ پڑھنا شروع کیا۔ پڑھا اور حقیقت حال سے آگاہی پائی اور بیساختہ دل سے

اِنّا للہ وانا الیہ راجعون

کی صدا بلند ہوئی مصیبت پر مصیبت۔ اور اس نے فتنہ کے درد میں سر کو پیٹ لیا۔ اور نیم جان ہو کر ایک طرف بیٹھ کر کسی گہری سوچ میں پڑ گیا۔

چھ سال قبل بھی قریباً انہی حالات میں۔ اسی گاڑی سے سفر کرنے کا مجھے موقعہ ملا تھا۔ مگر اس وقت اور اس سفر کے حالات میں زمین و آسمان کا فرق اور بعد المشرقین تھا۔ اس میں ہم سب پر ایک اداسی تھی جس نے چھا کر ہم سب کو اپنے دامن میں لپیٹا ہوا تھا۔ رقت تھی۔ جس کے باعث ہر ایک آنکھ کہ موم بلکہ خون بن کر بہے جا رہا تھا۔ انابت تھی۔ تضرع اور ابتہال تھا جس سے دل آستانۂ الوہیت پر گرے۔ اور نصرت و مدد۔ دستگیری و راہنمائی کے لئے چلا چلا کر فریاد کر رہے تھے۔ عجز و نیاز۔ ذکر و اذکار اور خشوع خضوع کی وجہ سے وہ قافلہ گویا ملائکہ کی مجلس اور کروبیوں کا مجمع معلوم ہوتا تھا۔ جو حمد و ثنا اور تسبیح و تحمید میں مشغول۔ توحید اور جمال و جلال الہٰی کے گیت گاتا جا رہا تھا۔ مگر برخلاف اس کے ہمارے اس سفر کا نقشہ اپنے جنگ و جدال۔ لڑائی جھگڑے۔ تُو تُو میں میں۔ بحث مباحثے۔ اور فتنہ و فساد کی وجہ سے میدان کارزار کا سماں پیش کر رہا تھا۔ ایک کو

دوسرے کے گرانے۔ دبانے اور غلبہ پانے کی کوشش میں دلائل و براہین کی بجائے رُعب و تحکم اور جبر و تشدد سے بھی گریز نہ تھا۔ اور معاملہ بعض اوقات

باتوں کی بجائے لاتوں

اور دھکیوں تک جا پہنچتا تھا۔ اسی رنگ میں ہمارا یہ سفر کٹتا گیا۔ میری طبیعت ان حالات سے بیزار تھی۔ برداشت نہ کر سکی۔ اور میں نے گہری سوچ۔ اور لمبی بچار اور دعاؤں کے بعد فیصلہ کر لیا۔ کہ جس طرح ہو اس ٹریکٹ کو مرکز میں پہنچا کر اس فتنہ و فساد کی اطلاع پہنچاؤں۔ اور جو کچھ دیکھ اور سن رہا ہوں حضرت کے حضور حاضر ہو کر سناؤں۔ کہ کن خیالات اور ساز و سامان نیز لاؤ لشکر کے ساتھ مرکز احمدیت اور تخت گاہ رسول پر خلافت کو مٹانے کی غرض سے لوگ اُمنڈے چلے آرہے ہیں۔

اس فیصلہ کے بعد میں نے اس ڈبے کو چھوڑا اور کسی دوسری جگہ غیروں کے اندر بیٹھ کر بٹالہ پہنچا۔ سٹیشن سے اترا۔ اور رات کے اندھیرے میں قادیان کی طرف دوڑنا شروع کیا۔ باقی دوستوں نے جب تک سواری کا انتظام کیا یا پیدل چلنے والوں نے قافلہ بندی اور ساتھیوں کو جمع کیا۔ میں کم از کم نصف راہ طے کر آیا ہونگا اور جوں جوں قادیان کی مقدس بستی قریب ہوتی جاتی میرے جوش اور تیزی میں شوق و محبت اور حصول مقصود کے باعث اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ اللہ کریم نے اپنے فضل سے مجھے غیر معمولی سرعت سے قادیان دارالامان پہنچا دیا۔ چور یا ڈاکوؤں کا خوف تو خدا کے فضل سے دل میں پیدا نہ ہوا۔ خیال آتا تو صرف یہ کہ مبادا مجھی کو

بھاگتا ہوا چور یا ڈاکو

سمجھ کر کوئی تعاقب نہ کرنے لگے۔ کیونکہ رات کے اندھیروں میں دوڑتا دیکھا گیا تو درکنار خالی چلنا بھی اس سڑک پر شبہ کی نظر سے دیکھا جایا کرتا تھا۔

قادیان کی مقدس بستی۔ تخت گاہ رسول اور دارالخلافت کے گلی کوچوں میں سے ہوتا ہوا میں پہلے بورڈنگ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں داخل ہوا۔ جس کے ایک کوارٹر میں ان دنوں حضرت مولانا مولوی سرور شاہ صاحب رہا کرتے تھے۔ دستک دی۔ سلام عرض کیا۔ اور بہت جلد دارالسلام پہنچنے کی تاکیدی عرض کے بعد آگے بڑھا۔ محترم بزرگ حضرت عرفانی کبیر شیخ یعقوب علی صاحب تراب جو اس زمانہ میں ابھی اسی نام سے معروف۔ عرفان و سلوک کی منازل طے کر رہے تھے کا دروازہ کھٹکھٹایا پیغام دیا اور پھر آگے کو دوڑنے لگا۔ مکرمی شیخ محمد اسمٰعیل

صاحب سرساوی کے مکان پر پہنچا۔ اور ان کو بھی حضرت نواب صاحب قبلہ کی کوٹھی دارالسلام پہنچنے کی تاکید کرتا ہوا آخر

دارالسلام پہنچا

جہاں باوجود رات کے دن کا سماں دیکھا۔ بستر خالی اور لوگ نوافل و تہجد میں مصروف پائے۔ کوئی ایک کونے میں پڑا مشغولِ گریہ و بکا تھا۔ اور کوئی دوسرے میں دست بدعا والتجا۔ کوئی سجدے میں تھا تو کوئی سحری سے فارغ ہو چکے تھے۔ تو کوئی اس کے انتظار و انتظام میں تھے۔ اس نقشہ نے مجھ پر بہت گہرا اثر کیا۔ اور میں گاڑی کے وحشت کدہ کے بعد گویا ایک

حصار امن و عافیت

میں آن پہنچا تھا۔ پڑھا اور اندر حضور کو اطلاع کی۔ سیدنا محمود جو خود بھی بیدار تھے۔ بلکہ اوروں کو بھی بیدار و ہوشیار اور دعاؤں کی تاکید فرما رہے تھے بنفس نفیس تشریف لائے۔ عرض حال کیا۔ ساری کیفیت کہہ سنائی۔ اور

وہ ٹریکٹ

پیش کیا۔ حضور نے لیا۔ ورق گردانی فرمائی۔ اور سرسری نظر سے دیکھ کر ہی اس کی غرض و غایت اور مفہوم و مطلب کو پا گئے۔ احباب کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ مشورہ طلب فرمائی اور اس ٹریکٹ۔ اس سے پیدا شدہ حالات پر غور و خوض اور مشورہ میں مصروف ہو گئے۔ وہ ایام رمضان کے نہ تھے۔ روزہ نفلی رکھا یا رہا تھا۔ تا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ کی تعمیل کے ذریعہ خدا کی رضا اسی کی مرضی اور سیدھی مستقیم راہ کے حصول کے لئے خالی الذہن اور صافی القلب یکسو اور نفسانیات سے الگ ہو کر دعائیں کی جائیں۔ التجائیں کی جائیں۔ اور

خدا سے مدد مانگی

جا سکے۔

مولانا نور الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عظیم الشان ہستی [illegible] مجسم وجود رحمت اور سراسر نور شخصیت سے قوم کا محروم ہو جانا کوئی معمولی نقصان نہ تھا۔ حقیقت شناس اور راز دان عارف تو اس [illegible] روز سے نہایت درجہ غمزدہ و سوگوار تھے۔ [illegible] ٹریکٹ نے پیدا شدہ صورت حال نے رنج و غم اور مشکلات میں اور بھی اضافہ کر دیا۔ [illegible] کا [illegible] درماں۔ زخم کی مرہم اور چارہ کار تو

سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ الودود

نے اپنی نیک دلی۔ پاک نفسی اور [illegible] فرزانہ حکمت سے پالیا تھا۔ خاندان کے اراکین اور خواتین مبارکہ کے علاوہ اپنے دوستوں۔ رفیقوں اور ہر طبقہ

و درجہ کے لوگوں کو سمجھا سمجھا کر۔ وعظ و نصیحت کر کے۔ خطبات دیکر۔ وحدت قومی اور اتحاد کے برکات و فیوض جتاکر۔ اختلاف، شقاق اور تنازع و نفاق کے نتائج و عواقب سے ڈراتے ہوئے سبھی کو یقیناً ہم خیال بنالیا تھا۔ مگر اس نئے فتنہ کی افتاد۔ اور تازہ انکشاف حضور کے پہلے فیصلہ کے نفاذ اور عملی قدم اُٹھانے کی راہ میں ایک سدِ سکندری کی طرح آن حائل ہؤا تھا۔ کیونکہ اس میں سرے سے خلافت کے وجود و قیام۔ نیز ضرورت بیعت ہی سے انکار کردیا گیا تھا۔ جس کے لئے حضور بہت فکر مند تھے۔ فیصلہ وہی بحال رہا۔ جو رات کے پہلے حصہ میں ہو چکا تھا بلکہ اس ٹریکٹ نے دوستوں کے اس فیصلہ کو اور بھی تقویت پہنچادی۔

حضور پُرنور نے پہلے کیا فیصلہ کرلیا تھا؟ اور کس

امر پر لوگوں کو اپنا ہم خیال بنالیا تھا؟ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مرض میں جب شدت پیدا ہوئی خطرات بڑھنے لگے۔ تو آئندہ کی فکر اور قومی نظام کے خیال کا پیدا ہونا ایک طبعی امر تھا جو ہر دل میں آیا۔ اور ہر دماغ سے اُٹھا۔ اور ہوتے ہوتے اس کا اتنا چرچا ہؤا۔ کہ جہاں بھی دو چار دوست جمع ہوتے ان کی گفتگو کا بحث۔ اُن کے خیالات کا مرکز۔ اُن کی فکر کا نقطہ اور تگ و دو کی جولان گاہ۔ یہی

ہونیوالے خلیفہ کا ذکر

ہوتا۔ کوئی دل خالی ہوتا ان خیالات سے نہ دماغ۔ اہالیانِ قادیان اپنے عرفان و قرب کی وجہ سے ترساں و لرزاں۔ اور لاہور اپنے تصرف و اقتدار کے باعث غالب و نمایاں اور زور و شور سے کوشاں تھے۔ اپنے مقاصد اور خیالات کی اشاعت و پروپیگنڈا۔ جد و جہد اور حجت و دلائل دیتے۔ اور یہ وہ ایام ہیں۔ کہ مولانا مولوی صدرالدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی نے خصوصیت سے خدمات مفوضہ کا حق جس خوبی اور خوش اسلوبی سے ادا کیا وہ انہی کا حصہ تھا۔ اس طرح مارچ ۱۹۱۴ء کا نصف اوّل ایک قسم کے خیالی گھمسان اور زبانی جنگ کا منظر پیش کر رہا تھا۔

حضرت مولانا مولوی محمد سرور شاہ صاحب . . . .
. . . . کہ علم و فضل اور نیکی و تقویٰ اور بزرگی و پاکبازی میں کسی کو کلام نہیں۔ اُن کو اللہ تعالےٰ نے اسباب کی عزت اور رحمانہ شرف بخشا ہے۔ کہ جہاں وہ سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے استاد اور علوم ظاہری کے معلم ہیں۔ وہاں "امیر قوم" جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب کو بھی پڑھاتے رہے ہیں اور درس دیتے رہے ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ اُن کے نہایت گہرے رفیق۔ رازدار و دمساز رہے ہیں۔ کہ اُن کی مجالس کی رونق ہوتے۔

اُن کے خیالات سے واقف اور نہاں در نہاں منصوبوں سے بھی آگاہ رہتے تھے۔ میں جو کچھ لکھتا ہوں۔ اگر اس میں کسی کو کلام ہو۔ شک و شبہ ہو تو میرے بیان کی تصدیق کرلے۔ میں نے جو کچھ اوپر لکھا حقیقت پر مبنی ہے۔ اور جو کچھ آگے لکھوں گا۔ وہ بھی سچے واقعات اور حقائق ثابتہ و محکم اور براہین و بیّنات ہیں۔ اور نہ صرف صاحب مدارج ہی اُن امور کے عینی شاہد اور موقع کے گواہ ہیں۔ بلکہ آپ کے علاوہ بھی خدا کے فضل سے ایک بہت بڑی جماعت ابھی تک موجود ہے۔ جو ان واقعات کو صداقت پر غلیظ سے غلیظ قسم اُٹھا کر شہادت دینے کو تیار ہیں۔ حضرت مولوی صاحب بیان فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"ان ایام میں حضرت میاں صاحب یعنی سیّدنا محمود منطق پڑھا کرتے تھے۔ اوّل اوّل ہم جنگل کو سیر کی خواہش سے باہر نکل جایا کرتے۔ جہاں سبق کی بجائے امر خلافت کا ذکر رہتا۔ میری اپنی رائے یہی تھی۔ اور میرے ساتھ میرے خیال کی مؤید ایک بڑی جماعت تھی۔ کہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء میں سے کسی کو بیعت ہرگز نہ کرنی چاہیئے کیونکہ ایسا کرنے میں خصوصیات سلسلہ مٹ جائیں گی۔ جماعت کا وجود قائم نہ رہ سکے گا۔ اور ہم لوگ اپنا امتیاز کھو کر غیروں میں مل کر نابود و معدوم ہو جائیں گے۔ اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غرض و غائیت اور مقصد جو ہمیں دوسروں سے الگ اور ممتاز کر کے ایک جماعت قائم کرنے میں پنہاں تھا ہم ضائع کر بیٹھیں گے۔ مگر حضرت صاحبزادہ صاحب میری رائے کے خلاف ہوتے اور فرماتے۔ کہ مولوی صاحب یہ طریق ٹھیک نہیں ہوگا۔ وحدت قومی قائم نہ رہ سکے گی۔ اتحاد ٹوٹ جائے گا۔ اور جماعت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اس کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ کیونکہ

اُن میں کوئی ایک بھی

ایسا آدمی نہیں۔ جو ہم میں سے کسی کی بیعت کرلے۔ تو دوسرے ساتھی اس کا ساتھ دیں۔ اور سبھی بیعت کر کے ایک ہاتھ پر جمع ہو جائیں برخلاف اس کے مجھے نہ صرف اپنے خاندان پر بلکہ اپنے دوستوں اور سارے ہی ہم خیالوں کے متعلق یقین اور کامل وثوق ہے۔ کہ اگر میں ان میں سے کسی ایک کی بیعت کرلوں۔ تو وہ تمام کے تمام میرا ساتھ دیں گے۔ اور بیعت کر کے متحد و یکجان ہو جائیں گے۔ اور اس طرح ہماری قومی وحدت کو جو خطرہ درپیش ہے جاتا رہے گا۔ جماعت بجائے منتشر اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کے ایک ہاتھ پر جمع ہو کر متفق و مستحکم ہو جائیگی۔ رہا خصوصیت کا سوال۔ سو ان میں جب تک خلیفہ کوئی حکم نہ دے گا ہمیں اجازت ہوگی۔ کہ جس چیز کو ہم حق و صداقت یقین کرتے اور منشاء شریعت سمجھتے ہیں۔ قائم کرنے اور اس کے قائم رکھنے کی کوشش کریں۔ البتہ اگر خلیفہ کبھی حکم دے کہ ہمیں روک دے تو اس کا حکم ماننا اور فرمانبرداری کرنا ہمارے لئے ضروری ہوگا۔ اور اس حال میں پھر

سلسلہ کا خود خدا حافظ ہوگا

ہم خاموش ہو رہیں گے"۔

الغرض آخر وقت تک حضرت ممدوح باوجود عرض و معروض اور کئی قسم کی مشکلات، تکالیف اور نقصانات کے ذکر و اذکار سننے کے اپنی اسی رائے اسی فیصلہ اور عزم صمیم پر قائم رہے۔ تا جماعتی اتحاد اور وحدت قومی کو نقصان نہ پہنچے۔ اس حقیقت کے بعد

چیست عذرے پیش حق اے مجمع المتشککین

اللہ اللہ! کہاں وہ بدظنیاں۔ قیاس آرائیاں اور دروغ بے فروغ کہ محمود خلافت کا خواہشمند اور اس کے حصول کے لئے ساعی و کوشاں رہتا۔ اور جوڑ توڑ اور منصوبے کرتا رہتا ہے!! اور کہاں یہ حقائق!۔ افسوس! دنیا نے اپنے نفسوں پر قیاس کر کے اس پاکباز و راستباز۔ بے غرض اور بے نفس۔ حامل حق و حقیقت۔ عاشق صدق و صداقت۔ حق جو اور حق گو پر بدظنی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اس کے بیان پر اعتبار کیا نہ اس کی سوگند کو تسلیم۔ کاش وہ اپنی جانوں پر رحم کرتے۔ اُس کے سوز جگر اور گدازش قلب سے نکلے ہوئے کلام سے ہی متاثر ہوتے۔ اور صداقت کے انکار بدنتائج اور عواقب سے بچ جاتے۔ مگر صد حیف کہ بغض و عناد اور خود غرضی و خود سری کی پٹی نے کچھ دیکھنے دیا نہ سوچنے اور سمجھنے۔ برعکس اس کے اس مقدس انسان نے اپنے دشمنوں کو دشمن سمجھا نہ اُن کے بغض و عناد سے اپنے صافی قلب کو ناپاک و مکدر کیا۔ بلکہ ان کی جانوں پر رحم اور ان کی نسلوں پر احسان کیا۔ تکبر کے مقابل پر تواضع دکھائی۔ اور حقارت کے بدلے محبت کا اظہار کیا۔ کسی سے حسد رکھا نہ بغض۔ حتیٰ کہ وحدت قومی اور اتحاد جماعتی کے لئے اُن کی سرداری و خلافت تک قبول کرلینے کے عزم و نیت سے نہ صرف خود ہی اُن کی غلامی اور بیعت کا جؤا اُٹھانے پر آمادہ تھا۔ بلکہ سارے خاندان۔ دوستوں اور ہم خیالوں کو اسی زنجیر کے پہن لینے پر رضامند و تیار کرچکا تھا۔ اور اس طرح آپ نے ایسی عظیم الشان قربانی پیش کی جس کی مثال محال اور نظیر ناممکن

فدیناہ بذبح عظیم

خدا کا کلام زندہ اور دائم و قائم ہے۔ اور کذالك نجزی المحسنین اس کا وعدہ سو اللہ تعالےٰ نے بھی کوئی کمی نہ کی۔ اور وہ کچھ دیا جس کا کوئی حساب ہے نہ حد۔

حضرت محمود ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے سارے خاندان کو جمع فرمایا۔ سیدۃ النساء حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہا۔ حضرت نانا جان قبلہ مرحوم مغفور۔ حضرت نواب صاحب۔ شاہزادے اور شاہزادیاں بیگمات اور خواتین سبھی موجود تھے۔ حضرت ممدوح نے خلافت کے متعلق اپنا نقطۂ نگاہ پیش کیا۔ اپنی رائے ظاہر فرمائی۔ اور اپنے فیصلہ کے تمام پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہوئے سارے خاندان اور اہلبیت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے ساتھ متفق کر کے ان اصحاب میں سے کسی ایک کی بیعت کرنے پر آمادہ کرلیا۔ صاحبزادہ نواب عبدالرحیم خاں صاحب نے کچھ اختلاف کیا۔ مگر آخر بار وہ بھی رضامند اور متفق ہو گئے تھے۔ ۱۳ مارچ بعد نماز عصر کا ذکر ہے۔ نماز سے فراغت کے بعد دعاؤں میں مصروف حضرت محمود ایدہ اللہ الودود حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پلنگ کے قریب بیٹھے تھے۔ دل میں اُبال اُٹھا۔ تحریک دعا اور جوش ذکر پیدا ہؤا۔ تنہائی اور علیحدگی کے لئے اندر سے اُٹھ برآمدہ میں آئے۔ اور حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب سے فرمایا:۔

"طبیعت بہت گھبرائی ہوئی ہے۔ میں کچھ دیر کے لئے علیحدہ ہونا چاہتا ہوں۔ آپ ایسا انتظام کریں۔ کہ دوست میرے پیچھے نہ آئیں"۔

مولوی صاحب نے عرض کیا۔ میں احباب کو روک دونگا آپ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ آپ تنہا حضرت نواب صاحب کی کوٹھی سے جانب شرق سیدھے باغ

ہیں سے ہوتے ہوئے جا رہے تھے۔ کہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے جو اپنے ساتھیوں سمیت کوٹھی کے شمالی جانب لب سڑک کنوئیں پر کھڑے آپس میں مشورے کر رہے تھے۔ آپ کو باہر جاتے دیکھ کر ساتھیوں کو بتایا۔ کہ:۔

میاں وہ جا رہے ہیں

چنانچہ مولوی محمد علی صاحب نے تیز قدم اور جلد جلد چل کر پہلے مشرق اور مشرق سے جنوب کو کوٹھی کے شرقی جانب کی سڑک پر حضرت کو آ کر روک لیا۔ اور اس وقت سے شام کی اذان تک دونوں اسی سڑک پر شمالاً جنوباً ٹہلتے اور باتیں کرتے رہے۔ میں کوٹھی کے برآمدہ میں سے اور مولوی محمد علی صاحب کے رفیق شمالی کنوئیں سے دیکھتے رہے۔ نہ میں ہی آگے بڑھا۔ اور نہ وہ ہی آکر مخل ہوئے۔ اذان سنکر دونوں اپنے اپنے راستے واپس ہوئے۔ حضرت کی واپسی پر میں کچھ آگے بڑھا۔ جس پر آپ نے فرمایا:۔

"مولوی محمد علی صاحب کہتے تھے۔ کہ آپ جانتے ہیں کہ جماعت میں اختلاف موجود ہے۔ دو گروہ بن گئے ہیں۔ اور کوئی بھی دوسرے کے ہاتھ پر جمع ہونے اور بیعت کرنے کو تیار نہیں۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کریں۔ بلکہ چند ماہ توقف کریں۔ اور بیرونی جماعتوں کو اطلاع دیکر کسی مقررہ تاریخ پر جمع کرنے کا انتظام کر کے مشورہ کے بعد فیصلہ کیا جائے وغیرہ

فرمایا میں نے مولوی صاحب کو یہ جواب دیا ہے۔ کہ:۔

"یہ بات درست نہیں۔ کہ ہم میں ایسا اختلاف موجود ہے۔ کہ کوئی فریق دوسرے کی بیعت کرنے کو تیار نہیں۔ آپ اپنے آدمیوں میں سے کسی ایک کو مقرر کریں **میں اُس کی بیعت کرتا ہوں** اور مجھے یقین ہے کہ سارے کے سارے میرے ساتھی ان کی بیعت کریں گے۔

میں نے ہر چند زور دیا۔ سمجھایا اور بار بار کہا۔ مگر مولوی صاحب انکار ہی کرتے اور کہتے رہے۔ کہ **"آپ یونہی کہتے ہیں۔ یہ بات ناممکن ہے"!** اور یہ سارا وقت اسی بحث اور تکرار میں خرچ ہوا۔ میں نے بار بار ان کو یقین دلانے کی کوشش کی۔ کہ میں آپ میں سے ہر کسی کی بیعت کرنے کو تیار ہوں جسے آپ منتخب کریں۔ اور نہ صرف میں تنہا بیعت کروں گا۔ بلکہ میرے ساتھی میرے ساتھ ہی بیعت کریں گے۔ کوئی تخلف ہوگا نہ انکار۔ مگر مولوی صاحب آخر تک اسی بات پر اصرار کرتے رہے۔ کہ

"یہ ممکن نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکیگا

اور آخر میں وہی تجویز دہرائی کہ فیصلہ میں جلدی نہ کی جائے۔ بلکہ چند ماہ وقفہ دیکر مقررہ تاریخوں پر جماعت کو جمع کر کے مشورہ اور مشورہ کے بعد فیصلہ کیا جائے"۔

سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ جب بار بار کہنے اور یقین دلانے کے باوجود مولوی صاحب اپنے ہی خیال پر جمے رہے۔ اور میری پیشکش کو ناممکن۔ ناقابل عمل اور خیالی بتاتے رہے۔ تب میں نے آخر میں اُن سے یہ کہا۔ کہ:۔

"مولوی صاحب آپ اور میں دونوں جماعت کے فرد ہیں۔ ہمیں کیا حق پہنچتا ہے۔ کہ ہم بطور خود کوئی فیصلہ کر کے قوم کو اس کا پابند ٹھہرائیں۔ لہذا بہتر ہے کہ آپ اپنے دوستوں سے مشورہ کر لیں۔ اور میں اپنے احباب سے مشورہ کر لیتا ہوں۔ اگر میرے دوستوں نے آپ کی تجویز مان لی۔ تو بس جھگڑا ختم۔ ہم آپکی تجویز کے مطابق عملدرآمد کر لیں گے۔ اور اگر نہ مانا تو ایک اختلاف کی صورت قائم رہے گی۔ اسی طرح آپ کے دوستوں نے اگر میری تجویز کے مطابق یہ قبول کر لیا۔ کہ ایک واجب الاطاعت خلیفہ ہونا چاہیئے۔ اور فوری طور سے اس کا تقرر و انتخاب لازمی ہے۔ تب بھی قصہ ختم اور معاملہ صاف۔ اور اگر انہوں نے میری اس تجویز سے اتفاق نہ کیا۔ اور آپ کی تجویز کے مطابق کسی دوسرے وقت جماعت کے اجتماع اور مشورہ پر معاملہ کو اُٹھا رکھنے کا فیصلہ کیا۔ تب بھی اختلاف قائم اور فیصلہ مشکل۔

پھر اس صورت میں ہم دونوں کل دس بجے ملکر غور و فکر کریں گے۔ کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے

چنانچہ مولوی صاحب آخر اس بات پر رضامند ہو گئے ہیں۔ کہ وہ اپنے دوستوں سے مشورہ کر کے کل دس بجے پھر ملیں گے"۔

حضرت نے اس سمجھوتہ کے ماتحت حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کو ایک فہرست دیکر حکم دیا۔ کہ ان احباب کو رات کو کوٹھی دار السلام میں جمع کرنے کا انتظام کیا جائے ساٹھ دوستوں کے نام اس فہرست میں تھے۔ رات کو اجتماع ہوا۔ اور مشورہ ہو کر بالاتفاق یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ ایک

"واجب الاطاعت خلیفہ کا انتخاب ہونا چاہیئے

اور

پہلے خلیفہ کی تدفین سے پہلے ہونا چاہیئے۔ تاکہ خلیفہ ہی خلیفہ کا جنازہ پڑھے۔ اور پھر تجہیز و تدفین کا انتظام کرے"۔

اور اسی مجلس میں یہ بھی قرار پایا۔ کہ رات کو تہجد میں دعائیں کی جائیں۔ اور کل روزہ رکھکر اس معاملہ کے لئے خاص طور سے دعائیں کی جائیں۔ کہ اللہ کریم جماعت کو اپنے فضل سے اپنی رضا کی راہوں اور صراط مستقیم پر قائم رکھیں۔

نماز صبح ہوئی۔ دن چڑھا۔ مقامی لوگ اکثر حضرت محمود ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت کے مطابق روزہ دار تھے۔ تازہ ٹریکٹ جا بجا تقسیم کئے گئے۔ لوگ مل مل کر اور جدا جدا پڑھ رہے تھے مخالف و موافق خیالات میں ٹکراؤ۔ اور بحث مباحثے جاری تھے۔ دس بجنے کی انتظار تھی۔ کہ اتنے میں مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی کی طرف سے اطلاع آئی۔ کہ میں آ رہا ہوں۔ انتظار کیا جائے۔ مولوی محمد علی صاحب کو اطلاع دی گئی۔ اور دس بجے کی بجائے بعد ظہر کا وقت مقرر کیا گیا۔ مولانا فاضل امروہی آن پہنچے۔ مولوی محمد علی صاحب کو اطلاع دی گئی۔ اور وہ اپنے ساتھیوں سمیت تشریف لے آئے۔ اور امر خلافت کے متعلق صدر انجمن احمدیہ کی ایک غیر رسمی شوریٰ قائم ہوئی۔ جس میں زیادہ تر حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب اور مولانا محمد علی صاحب کے درمیان رد و کد اور تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ اول الذکر خلافت کی ضرورت اور فوری قیام پر زور دیتے اور شرعی دلائل پیش کرتے رہے۔ تو مولوی محمد علی صاحب اس کے خلاف۔ اپنے تازہ ٹریکٹ کے دلائل دہراتے رہے۔ ممبران موجودہ کی کثرت گو خلافت کی تائید میں تھی۔ مگر فیصلہ کوئی نہ ہو سکا۔ وقت تنگ ہو رہا تھا۔ مجلس نماز عصر کے لئے برخاست ہوئی۔ اور حضرت مولانا فاضل امروہی نے یہ اعلان کر دیا۔ کہ ہم لوگ اب نماز کے بعد انتخاب خلافت کریں گے۔ جو دوست خلافت کے قائل ہی نہیں۔ بہتر ہے کہ وہ اس مجلس میں شریک نہ ہوں۔ اس کے بعد یہ ساری مجلس مسجد نور میں پہنچی۔ جہاں ڈیڑھ دو ہزار کا مجمع مرکزی اور مختلف بیرونی جماعتوں کا انتظار و اضطراب میں جمع تھا۔ نماز عصر ہوئی۔ اور

سیدنا مولوی نور الدین صاحبؓ کی وہ وصیت

جو آپ نے ۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو خود لیٹے لیٹے لکھی۔ مگر قلم کی خرابی کی وجہ سے اچھی طرح نہ لکھی گئی۔ تو حضرت مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کو اور قلم لانے کا حکم دیا۔ چنانچہ مولوی صاحب نے دیسی قلم پیش کی۔ تو آپ نے پوری وصیت لکھ کر مولوی محمد علی صاحب کو دی۔ اور فرمایا۔ پڑھ کر دیکھیں پڑھی جاتی ہے یا نہیں؟ مولوی صاحب نے پڑھی۔ اور عرض کیا۔ کہ حضرت پڑھی جاتی ہے۔ حضرت نے فرمایا پھر پڑھیں۔ اور پھر پڑھیں۔ اس طرح تین مرتبہ اس وصیت کو مولوی صاحب موصوف سے بھری مجلس میں پڑھوایا۔ اور پھر دریافت فرمایا۔ کہ مولوی صاحب

کوئی اور امر تو باقی نہیں؟

جناب مولوی محمد علی صاحب نے عرض کیا ٹھیک ہے۔ اور کچھ باقی نہیں۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ نے وہی کاغذ جس پر آپ نے وصیت لکھی تھی حضرت نواب صاحب کو دے کر فرمایا۔ کہ یہ ہماری امانت ہے۔ جو آپ کے پاس رہیگی۔ نواب صاحب نے یہ عرض کی۔ حضور اس پر دستخط فرما دیں"۔ آپ نے دوبارہ کاغذ لے کر دستخط ثبت فرمائے۔ اور پھر نواب صاحب کو لوٹا دیا۔ حضرت نواب صاحب قبلہ نے مزید احتیاط فرمائی۔ اور مولوی محمد علی صاحب۔ صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور دوتین اور دوستوں کے دستخط کرا کر لفافہ بند کر کے اپنے پاس رکھا۔ اور یہی وصیت حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر سنائی۔ اور دوستوں کو اس وصیت کی تعمیل میں

انتخاب خلافت

کے لئے تحریک فرمائی۔ جس پر چاروں طرف سے **میاں صاحب۔ میاں صاحب حضرت میاں صاحب** کی آوازیں بلند ہوئیں۔ حضرت نواب صاحب قبلہ کے بیان کے معاً بعد مولانا مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی۔ جس کے آخر میں اپنی طرف سے کہا کہ

"میں تو صاحبزادہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں"۔

مولوی صاحب موصوف کی تقریر کے دوران میں بھی چاروں طرف سے بیعت بیعت اور حضرت میاں صاحب۔ میاں صاحب کے نام کی صدائیں اٹھتی رہیں۔ سیدنا محمود ایدہ اللہ الودود گردن ڈالے۔ سر جھکائے خاموش بیٹھے مصروف دعا تھے۔ لوگوں کے اصرار اور مقررین کی تقریروں کے باوجود آپ نے ہاتھ بڑھایا اور نہ ہی کسی نے آگے بڑھ کر حضرت کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ اگرچہ ولولہ اور جوش بے اندازہ اور بے انتہا تھا۔ مگر لوگ اپنے جذبات پر قابو پائے اور سنبھلے رہے۔ حضرت سیدنا مولوی عبدالمغنی خاں

صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ نے . . . .

. . . .

آخری حصہ مضمون میں ذکر فرمایا۔ کہ:۔

"میں بھی سیدنا امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا اور آج بھی وہ نظارہ میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ حضرت قاضی امیرحسین صاحب مرحوم جو مسجد نور کے اندر اگلی صفوں میں سے کسی صف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بےتاب سے بالکل بے تابانہ والہانہ اور از خود رفتگی کے عالم میں حضرت کے پاس آئے اور ایک درد بھرے لہجہ سے عرض کیا۔

"حضور میری بیعت تو آپ لے لیں"۔

مگر حضور بدستور خاموش بیٹھے رہے۔ کچھ نہ فرمایا۔ اس پر قاضی صاحب مرحوم بھی ادب سے خاموش بیٹھ گئے اور اصرار نہ کیا تھا"۔

مولانا سید محمد احسن صاحب کی تقریر کے فوراً ہی بعد ایک طرف جناب مولوی محمد علی صاحب۔ اور دوسری طرف سید میر حامد علی شاہ صاحب کھڑے ہو گئے۔ وہ تو کچھ کہنا چاہتے تھے۔ کہ پہلے وہ اپنا عندیہ بیان کریں۔ اور مولوی صاحب اپنے خیالات پہلے سنانا چاہتے تھے۔ چنانچہ دونوں بزرگوں میں باہم رد و کد ہوتی رہی۔ سید صاحب مرحوم مولوی صاحب سے اور مولوی صاحب سید صاحب سے صبر اور انتظار کرنے کی درخواستیں کرتے رہے۔ وہ کہتے مجھے پہلے کچھ کہہ لینے دیں۔ اور وہ فرماتے مجھے پہلے عرض کر لینے دیں۔ اس طرح ایک مجادلہ کی صورت بن گئی۔ لوگ گھبرا اٹھے تھے۔ صبر و برداشت کی تاب ان میں باقی نہ تھی۔ جھگڑے اور مجادلے سننے کو وہ جمع نہ ہوئے تھے۔ دلوں کی بےچینی و اضطراب کو بھانپ کر حاضرین کی آواز کی ترجمانی کرتے ہوئے اور خلق خدا کی گویا زبان ہی بند

حضرت عرفانی کبیر نے

جرأت کی راہ اور بآواز بلند عرض کیا۔ کہ:۔

"ان جھگڑوں میں یہ قیمتی وقت

ضائع نہیں ہونا چاہیئے۔ ہمارے آقا حضور ہماری بیعت قبول فرمائیں"۔

لوگ بھرے بیٹھے تھے۔ بےاختیار لبیک۔ لبیک کہتے ہوئے بڑھنے اور ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ قریب والوں کو ہاتھ میں ہاتھ دینے کا شرف ملا۔ دور والوں نے پگڑیاں ڈال دیں۔ اور آن کی آن

واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا

کا منظر سامنے آ گیا۔ مخالف خیال گنتی کے چند اصحاب لوگوں کو لتاڑتے اور روندتے ہوئے مسجد سے نکل گئے۔ کسی نے ان سے تعرض کیا نہ گستاخی۔ لوگ دیوانہ وار۔ پروانوں کی طرح

شمع خلافت و ہدایت

کے گرد گرے پڑتے تھے۔ دیر تک کوئی آواز اٹھی نہ الفاظ ایک خاموشی و سکوت کا عالم طاری رہا۔ دھکوں کی وجہ سے لوگ حضرت کے قریب بیٹھنے والوں کے اوپر گرے ہوئے تھے۔ اور قرب پانے والے لذت و سرور کے بوجھ تلے دبے ہوئے۔ عزیز مکرم مولوی عبیداللہ صاحب شہید کا ہاتھ سب سے پہلے دست خلافت پر پہنچا۔ تو دوسرا اس عزت و شرف سے مشرف ہونے والا ہاتھ حضرت مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کا تھا۔ جن کے بعد ایک دوسرے پر اور دوسرا تیسرے پر یوں پڑے جیسے موسلا دھار بارش کے قطرات متقاطر۔ کوئی گنتی نہ امتیاز۔ حتیٰ کہ حضرت نواب صاحب قبلہ جیسی

عظیم المرتبت اور واجب الاحترام

ہستی بھی اس دھکم دھکا سے محفوظ نہ رہ سکی۔

حضرت مولوی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:۔

"جب دیر تک کوئی آواز میرے کان میں نہ پڑی۔ تو میں نے بوجھ تلے دبا ہوا اپنا سر زور کر کے اٹھایا۔ لوگوں کے ہاتھوں کی اوٹ دور کر کے جھانکا۔ مظہر خلافت کی طرف نظر کی۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضور گویا میری ہی تلاش میں تھے۔ دیکھ کر فرمایا۔ مولوی صاحب مجھے تو الفاظ بیعت بھی یاد نہیں۔ بےخیالی میں اچانک اور غیر متوقع یہ بار مجھ پر آن پڑا ہے۔ آپ الفاظ بیعت بولتے جائیں"۔

چنانچہ مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"میں الفاظ بیعت بولتا گیا اور حضرت دہراتے گئے۔ اور اس طرح حضور نے بیعت لی"۔

اور ایک لمبی دعا کے بعد ایک مختصر سی تقریر فرمائی۔ اور اس طرح بکھری ہوئی اور پریشان جماعت خدا کے فضل سے دوبارہ متحد ہو کر سلک وحدت میں پرو دی گئی۔ قلوب پر سکینت اور رحمت الٰہی کا نزول ہوا۔ وقت کا جو عالم تھا۔ اس کا ذکر قوت بیان سے باہر ہے۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حضرت خلیفۃ المسیح اول کا جنازہ حضرت نواب صاحب کی کوٹھی اور ہائی سکول کے درمیانی میدان میں پڑھا۔ رجوع خلق ہو کر ہجوم اس قدر بڑھا۔ کہ گویا فرشتے بھی شریک نماز تھے۔ جنازہ اٹھا تو کوٹھی اور باغ تک خلق خدا کا ایک تانتا بندھ گیا۔ ہندو۔ سکھ۔ مسلمان۔ احمدی اور غیر احمدی [illegible] غرض سب

بھی۔ کیا عورت کیا مرد اور بچے بوڑھے گھروں کو چھوڑ کر آ گئے تھے۔ خدا کی لاکھوں لاکھ اور کروڑوں کروڑ رحمتیں اور برکات نازل ہوتی رہیں ہمیشہ ہمیش مرحوم انسان اس کے مطاع اور مطاع کے مطاع پر اور اولاد پر۔ آمین ثم آمین۔

الغرض ۱۴ / مارچ ۱۹۱۴ء کا مبارک دن خدائے بزرگ۔ بالا و برتر کے وعدوں۔ جلال اور شان کے ظہور کا دن۔ اس کے مقدسین۔ انبیا امت و علمائے اسلام کے اقوال کی تصدیق کا روز سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا سے ملی ہوئی بشارات کے پورا ہونے کی گھڑیاں اور حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بار بار کے اشاروں۔ کنایوں اور رموزات کی تکمیل کی وہ ساعات سعیدہ نفیس۔ جن کو

خلافت ثانیہ کا قیام

اور

خدا کی دوسری قدرت کا ظہور

کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور یہی وہ نعمت یعنی فضل الٰہی کی ردا۔ اور موہبت کا خلعت مقدسہ ہے۔ جس کا وعدہ زبان ربی لَیَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ میں مذکور اور خدا کے علم و قدرت اور قوت و شوکت کے ذکر کے ساتھ اس میں بتاکید بتایا گیا ہے۔ کہ

خلیفے خدا بنایا کرتا ہے۔

انسان کی ذاتی خواہش ساعی یا جوڑ توڑ اور حیلے منصوبوں کو اس عالی مقام کے حصول میں قطعاً کوئی دخل و تصرف نہیں۔ بلکہ

گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار

سوءظنی۔ بدظنی اور بہتان طرازی و افترا پردازی کا دنیا میں کوئی جواب ہوا نہ ہو گا۔ میرے آقا فداہ روحی پر بھی دنیا کے فرزندوں نے بدظنیاں کیں۔ بہتان باندھے اور اعتراضات کئے۔ مگر آپ نے ایسے لوگوں کو صرف یہی جواب دیا۔ کہ:۔

"میں جواب دینے سے مجبور ہوں۔ اور موجودہ صورت میں اور کیا کہہ سکتا ہوں سوائے اس کے کہ یہ کہوں کہ خدا تعالیٰ شاہد ہے۔ اور میں اس کو حاضر و ناظر جان کر اسی کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ میں نے کبھی اس امر کی خواہش نہیں کی۔ کہ میں خلیفہ ہو جاؤں۔ نہ یہ کہ کوشش نہیں کی۔ بلکہ کوشش کرنے کا خیال بھی میرے دل میں نہیں آیا۔ اور نہ میں نے کبھی یہ امید ظاہر کی۔ اور نہ میرے دل نے کبھی خواہش کی۔ اور جن لوگوں نے میری نسبت یہ خیال پھیلایا ہے۔ انہوں نے میرا خون کیا ہے۔ وہ میرے قاتل اور خدا کے حضور وہ ان الزامات کے جوابدہ ہوں گے"۔ (الفضل ۱۲/۱۷)

اللہ! اللہ!! ایک صادق و راستباز اور بےنفس و پاکباز انسان کے بیان بلکہ حلفیہ بیان کے بعد بھی جن دلوں سے بےبنیاد بدظنی کی لعنت اور بےسر و پا الزامات کا گند و نجاست دور نہ ہوئی۔ تو ان کو

دل کہا جائے یا نجاست کے گڑھے؟

قارئین کرام ان حالات کو پڑھیں۔ واقعات پر غور فرمائیں اور حقائق کو سمجھیں۔ جو اس "فضل" کی راہ میں روک۔ "نور" کے سامنے اوٹ اور قدرت کے ظہور میں حائل تھے۔ آخر خدا نے ان تمام ظلمتوں کو دور۔ روکوں کو چور اور اوٹوں کو پاش پاش فرما کر

لا دا آدٰی لفضلہٖ

فضل کو قبول نور کو ظاہر اور قدرت کو قائم

فرمایا۔ فالحمد للہ۔ الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ صاحب العزۃ والعظمت والھیبت والقدرت و الکبریاء والجبروت سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح۔

احباب کرام!! اب اما بنعمت ربک فحدث کے حکم کی تعمیل میں جتنے بھی آپ سجدات شکر بجا لائیں حمد کے گیت گائیں۔ خیرات کریں۔ صدقات دیں

گولڈن اور سلور جوبلیاں منائیں

واقعی ان کا یہی موقعہ ہے اور محل ہے۔ قربانیوں سے نعمتیں ملتی شکر سے بڑھتیں۔ اور خیرات و صدقات سے قائم و دائم رہتی ہیں۔ بڑے انعام بڑی قربانیاں چاہتے اور ان کے بڑھنے کے ساتھ ہی ذمہ داریاں بھی بڑھ جایا کرتی ہیں۔ جن کا ہمیں احساس رکھنا اور ان کو ادا کرنا ہے۔

قادیان کی غریب جماعت! مبارکباد صد ہزار بار

خلافت کے برکات و فیوض سب سے پہلے تمہیں پر نازل ہوتے ہیں۔

آخر میں صرف ایک بات عرض کر کے ختم کرتا ہوں۔ زندگی ہوئی اور توفیق ملی تو پھر بھی انشاء اللہ تعالیٰ

میرے آقا سیدنا محمود ایدہ الودود نے جو عدیم المثال قربانیاں۔ اور بےنظیر فدیے۔ توحید الٰہی۔ احکام اسلام سنت خلفاء الراشدین خصوصیات سلسلہ اور وحدت و اتحاد جماعت کے لئے ہر رنگ ہر پہلو اور ہر طریق سے پیش کیں۔ اور جن اخلاق فاضلہ اور کمالات انسانی کا نمونہ و اسوہ قائم کیا۔ نہ صرف اپنوں۔ دوستوں اور ہم نشینوں کے لئے بلکہ

دشمنی اور عداوت رکھنے والیں۔ نفرت و حقارت کرنے والیوں اور بغض و حسد کے پتلوں تک سے حسن سلوک محبت و عزت اور مروت و ایثار نیز خیر خواہی سے آپ پیش آئے۔ وہ خدا کے خاص الخاص بندوں کے سوا ممکن نہ تھا۔

قیام خلافت ثانیہ

کے بعد جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب نے فیصلہ کر لیا کہ وہ قادیان کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ حضرت کو ان کے اس ارادہ کی اطلاع ہوئی۔ حضور بہ فور غالباً حضرت نواب صاحب قبلہ اور بعض اور دوستوں کو ساتھ لے کر مولوی صاحب کی کوٹھی پر پہنچے۔ تاکہ اُن کو سمجھا بجھا کر اس ارادہ سے باز رکھا جائے۔ حضور مع رفقاء مولوی صاحب کی کوٹھی (موجودہ جامعہ احمدیہ) پر پہنچے۔ میاں بگا صاحب مرحوم جو اپنی خلقی کمزوری کے باعث عموماً لوگوں کی دل لگی کا مرکز بنا کرتے۔ کہیں ادھر آ نکلے۔ مولانا ان کے ساتھ باتوں میں معروف ہو گئے۔ اور عمداً ایسا ایک لامتناہی مسلسل گپ شپ اور ہنسی مذاق شروع کیا۔ جو

ختم ہوا پر نہ ہوا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز معہ ہمرکاب ساتھیوں کے انتظار میں بیٹھے رہے۔ اور بہت دیر تک بیٹھے رہے۔ مولوی صاحب نے میاں بگا صاحب مرحوم کو چھوڑا اور نہ ہی حضور کو بات کا موقع دیا۔ ناچار حضور ان کے اس ارادہ و نیت کو محسوس کر کے اٹھ کر واپس تشریف لے آئے۔ غور کرنے اور سوچنے والوں کے لئے اس میں حقیقت حال کے پانے اور معاملہ کی تہ تک پہنچنے کے سامان ہیں۔ ہمارا اپنا ایمان بلکہ یقین ہے۔ کہ سیدنا امیر المؤمنین حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی بنصرہ العزیز کی ذات اتنی ارفع و اعلیٰ واقع ہوئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا اخلاقی کمال اور بلند روحانی مقام عطا فرمایا ہے کہ آپ کے دل میں کسی دشمن کی دشمنی عدو کی عداوت اور بغض و کینہ ور کی عداوت کا اثر ہی باقی نہیں رہتا۔

تاریخ احمدیت

(۳)

سلسلہ کے لئے دیکھیں اخبار "بدر" ۲

(از عبد العظیم صاحب درویش قادیان)

سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کو قادیان اور گرد و نواح کی زمینوں اور جائیداد کے عوض میں جماعت کو آباد کرنے کے لئے ننکانہ صاحب کا شہر پیش کیا گیا تاکہ وہاں پر مرکز بنا لیں لیکن آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ بے شک میری جائیدادیں اور مرکز غیروں کے قبضہ میں ہے۔ مگر نہ ان لوگوں کے قبضہ میں جن کی جائیدادیں مجھے دیئے جانے کو کہا جاتا ہے۔ وہ لوگ تو خود بیچارے میری طرح ہی ترکِ وطن پر مجبور ہوئے۔ میرا مال اور جائیدادیں لینے والے اور لوگ ہیں۔ اور قادیان کا بدل قادیان ہی ہے ننکانہ صاحب یا کسی اور مقام کو قادیان کا بدل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بالخصوص اس وجہ سے کہ مذہبی رواداری کا تقاضہ یہ ہے۔ کہ ننکانہ صاحب جو سکھوں کا مقدس مرکز ہے۔ اور ان کے ساتھ ان کے مذہبی اور روحانی جذبات وابستہ ہیں وہ انہی سے آباد ہونا چاہیئے۔

آپ کے لکھو کھہا روپیہ کے کارخانے اراضی اور مکان قادیان میں رہ گئے۔ لیکن پھر بھی اخلاق عالیہ کا یہ حال ہے کہ جب حضور کو لاہور میں کوٹھی رتن باغ کرایہ پر الاٹ ہوئی تو آپ نے اپنی کڑی نگرانی میں اصل مالکوں کا تمام مال و اسباب محفوظ طور پر بند کروا دیا۔ اور کوٹھی کے مالک کو اطلاع دے دی۔ چنانچہ دیوان بہادر دیوان کرشن کشور ڈاڑھی والے کے پوتے دیوان گوبند سہائے گورداسپور سے ۲۴ دسمبر ۱۹۴۸ء کو لاہور گئے اور اپنا تمام سامان واپس لے آئے۔ اور انہوں نے یہ تحریر لکھ کر دی کہ میں نے جماعت احمدیہ میں حقیقی دیانتداری کی روح پائی ہے۔ ہماری نقدی اور زیورات تک خود مرزا صاحب نے مجھے دے دیئے ہیں۔"

چنانچہ جلدی ہی بے سروسامانی کے باوجود حضور نے حکومت کو نقد روپیہ ادا کر کے ایک ایسا قطعہ زمین خرید فرمایا جو قادیان کی پہلی یعنی متذکرہ بالا پوزیشن سے بھی کہیں گئی گذری حالت والا اور حقیقتاً وادیٔ غیر ذی زرع کا مصداق تھا جس کے اوپر خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ رکھتے ہوئے مرکز احمدیت دار الہجرت ربوہ قائم فرمایا۔ اگرچہ یہ سب کچھ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے خاص روحانی اور دینی مقام اور علو مرتبت کی وجہ سے بھی ہے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس میں مرزا ہادی بیگ علیہ الرحمۃ کی تخم تاثیری کا بھی اثر داخل ہے۔ آپ کی نسل کی اس مبارک شاخ میں موجودہ زمانہ تک علو ہمتی۔ دریا دلی اور مردانہ صفات کی بڑی بڑی شاندار مثالیں ملیں گی۔ جن کا ذکر اپنے اپنے موقعہ پر آتا رہے گا۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

پھر اس جگہ ایک اور عجیب تعلق ہے جو کہ بیان کر دینا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ کہ اسلام کے چاروں مراکز (مکہ۔ مدینہ۔ قادیان اور ربوہ) ہیں جو گویا تین مراکز ایک ہی رنگ اور طریق پر آباد کئے گئے ہیں۔ قادیان اور ربوہ کا تذکرہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے اور تیسرا یعنی سب سے پہلا مرکز مکہ مدینہ میں اس جگہ میں آباد ہوا تھا۔ کیونکہ اگرچہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام دونوں کے لئے ہجرت مقدر تھی۔ لیکن اگر حضرت اسمٰعیلؑ کی خواہش ہوتی تو آپ معہ والدہ محترمہ کے اپنے نانا فرعون ریان شاہ مصر کے پاس بھی ہجرت کر کے جا سکتے تھے۔ جہاں آپ کی عمر شہزادوں کی طرح نہایت آرام اور دلجمعی سے بسر ہو سکتی تھی۔ مگر آپ نے ادھر جانے کا خیال تک نہ کیا۔ اور منشاء الٰہی کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے ایک ایسی جگہ کو مصر کے محلات کو دینے کیلئے ترجیح دی جہاں پانی نہ سبزہ نہ سایہ جگہ جھلستی اور تپتی ہوئی سیاہ اور خشک وادی جو انسان تو انسان خدا کی دوسری مخلوق کے بسیرا کے لئے بھی سراسر نامناسب تھی۔

اب میں اصل مضمون یعنی قادیان کی بناء کے متعلق ذکر کرتا ہوں کہ قادیان کی موجودہ جگہ کو آباد کر کے اس کا نام مرزا ہادی بیگ علیہ الرحمۃ نے اسلام پور رکھا اور ایسا نام رکھنا ثبوت ہے اس بات کا کہ آپ کو اسلام سے کس قدر محبت تھی۔ ورنہ دنیا کے مروجہ طریق پر اگر آپ چاہتے تو ہادی پورہ ہادی آباد یا مغلپورہ وغیرہ نام رکھ سکتے تھے) اسلام پور دن بدن ترقی کرنے لگا۔ اور اس کے ارد گرد بہت سے دیہات آباد ہوتے چلے گئے اور ساتھ ہی بانی اسلام پور کی خداداد و اعلیٰ درجہ کی دینی و دنیوی قابلیتوں کا چرچا بھی ہوتا گیا۔ اور چونکہ حکومت وقت کی طرف سے اس علاقہ کی قضاء کا عہدہ بھی آپ کو حاصل تھا۔ اس لئے صدر عدالت (دار القضاء) کے دفاتر بھی یہاں قائم تھے۔ اسی بناء پر اسلام پور نام کے ساتھ قاضی ماجھی (اس علاقہ کو ماجھہ بمعنی بھینس یعنی بھینسوں کی کثرت کے سبب سے ماجھا کا نام حاصل تھا) کا اضافہ ہو گیا۔ پھر رفتہ رفتہ اسلام پور کا نام متروک ہوتا گیا اور صرف قاضی ماجھی رہ گیا پھر ماجھی اڑ گیا اور صرف قاضی رہ گیا۔ اور پھر قاضی سے قادی اور بالآخر قادیان بن گیا جسے اردو دان علم دوست طبقہ تو قادیان کہتا ہے۔ مگر عوام "کادی" "کادیں" ہی کہہ کر پکارتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ

"يخرج المهدى من قرية يقال لها كدعه"

کہ مہدی ایک گاؤں میں پیدا ہو گا جسے کدعہ کے نام سے پکارا جاوے گا۔ چنانچہ کدعہ کا لفظ کادی کا ہی معرب ہے۔

حضرت مرزا ہادی بیگ صاحب کے تین بیٹے تھے۔ مرزا محمد سلطان صاحبؒ۔ مرزا الہ دین صاحبؒ اور مرزا محمد خوش صاحبؒ۔ حضرت مرزا ہادی بیگ صاحب کی وفات پر مرزا محمد سلطان صاحبؒ آپ کے جانشین ہوئے جن کے ایک ہی بیٹے مرزا عبد الباقی صاحبؒ تھے۔ جو اُن کے بعد جانشین ہوئے ان کے پانچ بیٹے تھے۔ مرزا محمد بیگ صاحب۔ مرزا چاند بیگ صاحب۔ مرزا افضل بیگ صاحب اور مرزا عبد الغنی بیگ صاحب جن میں سے مرزا محمد بیگ صاحبؒ جانشین ہوئے۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ مرزا جعفر بیگ صاحب۔ مرزا عابد بیگ صاحب اور مرزا غازی بیگ صاحب جانشین مرزا جعفر بیگ صاحبؒ ہوئے۔ ان کے بھی تین بیٹے تھے۔ مرزا محمد دلاور صاحب مرزا محمد فاضل صاحب اور مرزا فیض اللہ صاحبؒ جانشین ہوئے۔ ان کے بھی تین بیٹے تھے۔ مرزا الہ دین صاحب۔ مرزا بہار الدین صاحب اور مرزا عزیز الدین صاحب اور جانشین مرزا الہ دین صاحب ہوئے۔ ان کے بھی تین ہی بیٹے تھے۔ مرزا محمد دلاور صاحب مرزا محمد فاضل صاحب اور مرزا فیض اللہ صاحب اور جانشین مرزا محمد دلاور صاحب ہوئے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ مرزا محمد اسلم صاحب اور مرزا محمد صادق صاحب اور جانشین مرزا محمد اسلم صاحب ہوئے۔ ان کے بھی تین بیٹے تھے۔ مرزا محمد قائم صاحب میر محمد صاحب اور مرزا اشاذی بیگ صاحب اور جانشین مرزا محمد قائم صاحب ہوئے۔ ان کے بھی تین بیٹے تھے۔

غفران مآب عضد الدولہ حضرت مرزا فیض محمد صاحب۔ مرزا محمد حسین صاحب اور مرزا دین محمد صاحب۔ اور جانشین حضرت مرزا فیض محمد صاحب ہوئے۔

اس زمانہ میں پایۂ تخت دہلی پر شہنشاہ محمد فرخ سیر کی حکومت تھی۔ شہنشاہ بابر سے کر فرخ سیر تک بھی یہ خاندان حکومت مغلیہ کی نظر میں نہایت وقیع اور رفیع الشان خاندان شمار ہوتا چلا آرہا ہے اگرچہ اس درمیانی عرصہ کے متعلق کوئی تاریخی دستاویزیا ثبوت نہیں مل سکا۔ تاہم واقعات کی روشنی میں عین ممکن ہے کہ اس خاندان کے بزرگوں کے پاس بھی خطابات ومناصب شاہانہ کے مناشیر واسناد کی دستاویزات ضرور ہوں گی۔ جو حوادث زمانہ سے تلف ہو چکی ہوں کیونکہ شروع اور بعد کے واقعات سے یہ بات بیّن طور پر واضح ہے کہ اس خاندان کا شاہان مغلیہ کے خاندان کے ساتھ کچھ ایسا خاص تعلق تھا۔ جو اس بات کا زبردست مؤید ہے کہ اس خاندان کے سارے بزرگ حضرت مرزا ہادی بیگ علیہ الرحمۃ سے حضرت مرزا فیض محمدؒ تک سب کے سب ہی حکومت مغلیہ کے منظور نظر معزز اور ممتاز رئیس تھے۔

آمدم بر سر مطلب۔ حضرت مرزا فیض محمد صاحب اپنے زمانہ کے پاکباز متوکل اور معزز بزرگ ہوئے ہیں۔ فرخ سیر کے عہد حکومت میں سلطنت کے بعض دور و نزدیک کے باجگذار رؤسا نے کچھ کچھ سرکشی اور خودسری اختیار کرکے سلطنت کو کمزور کرنے کی کوششیں شروع کر دی تھیں اس حضرت مرزا فیض محمد صاحب نے اپنی خاندانی نجابت و شرافت کا ثبوت دیتے ہوئے بذریعہ خط اپنی اور اپنے خاندان کی طرف سے اظہار دوستی اور وفاداری کا شہنشاہ فرخ سیر کو یقین دلایا تھا۔ جس کے جواب میں شہنشاہ فرخ سیر نے ایک منشور نہایت محبت آمیز الفاظ کے ساتھ جو درج ذیل ہے مع خطاب اور منصب کے ارسال کیا تھا۔ اس خط پر تاریخ سال جلوس درج ہے جو ۱۷۱۶ء بنتی ہے۔

چونکہ فرخ سیر ۱۷۱۳ء میں تخت پر بیٹھا تھا اور یہ خط سنہ جلوس کے بعد چھٹے سال لکھا ہے۔

منشور محمد فرخ سیر غازی شہنشاہ ہندوستان

زبدۃ الاماثل والاقران مرزا فیض محمد خان مستمال بودہ بداند کہ چوں دریں وقت حضور فیض گنجور عرش آشیانی ظل سبحانی از ذوالکیشی و خیر سگالی و جاں نثاری شما مسرور و مبتہج شدہ است۔ لہذا حکم جہاں مطاع عالم مطیع شرف صدور می یابد کہ آں اخلاص نشان را در سلک امرائے ہفت ہزاری منضبط کردہ و جا داداہ از خطاب عضد الدولہ مفتخر و ممتاز فرمودہ می شود۔ باید کہ در موکب فیروزی کوکب خود را موجود و حاضر ساختہ مدام بوفاکیشی و خیر سگالی بندگان عرش آشیانی ساعی و مصروف می بودہ باشد۔ فقط

تحریر بتاریخ نوزدہم شوال جلوس سنہ ۶

ترجمہ:-

(مہر) بزرگوں و ہمسروں میں برگزیدہ مرزا فیض محمد خاں شاہی دلجوئی یافتہ ہو کر جان لیں کہ اس وقت حضور فیض گنجور عرش آشیانی ظل سبحانی آپ کی وفا کیشی اور خیر اندیشی اور جان نثاری سے نہایت خوش ہوئے ہیں۔ اس لئے حکم جہاں مطاع عالم مطیع نے صدور کا شرف حاصل کیا ہے کہ اس اخلاص نشان کو ہفت ہزاری امراء کی سلک میں منضبط کرکے اور جگہ دے کر عضد الدولہ کے خطاب سے مفتخر اور ممتاز کیا جاتا ہے۔ چاہیئے کہ اب لشکر فیروزی اثر میں اپنے آپ کو موجود اور حاضر کریں اور ہمیشہ عرش آشیانی کی درگاہ کے بندوں کی وفاکیشی اور خیر اندیشی میں مصروف اور ساعی رہیں۔

۱۹ ماہ شوال سنہ ۶ جلوس عصر

اس منشور میں تین چیزیں خاص طور پر توجہ طلب ہیں۔

اول لفظ صاد۔ دوم خطاب عضد الدولہ سوم منصب ہفت ہزاری۔

لفظ صاد کا یہ مطلب ہے کہ شاہان مغلیہ کا یہ طریق رہا ہے کہ وہ جس منشور کو خاص وقیع اور ذی مرتبت کرنا چاہتے تو اُس پر اپنے دست خاص سے "صحؔ" کر دیتے تھے۔

عضد الدولہ کا خطاب وہ معزز خطاب ہے کہ جو بنو عباس کے خلفاء کی جانب سے ایک نہایت ذی شوکت سلطان عضد الدولہ دیلمی کو ملا تھا۔ جس کے خاندان کی طرف حدیث کی مشہور کتاب "دیلمی" منسوب ہے۔ مغلیہ امپائر اور شاہان ایران کے عہد میں یہ عظیم المرتبت خطاب سوائے غفران مآب حضرت مرزا فیض محمد صاحب کے بہت ہی شاذ کسی کو ملا ہے۔ اس نسبت سے بھی یہ خطاب بمقابلہ دیگر رؤسا کے خطابات اعتضاد الدولہ۔ احتشام الدولہ۔ آصف الدولہ سراج الدولہ وغیرہ سب سے اشرف و اعلیٰ سب سے قدیمی خطاب ہے (باقی)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی طرف سے بچوں کیلئے ایک دعا

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یو۔ این سٹیزن شپ لیگ (امریکہ) کی درخواست پر ایک دعا بچوں کے لئے تحریر فرما کر بھجوائی۔ اس کے متعلق جو آرٹیکل اخبار "ڈیلی ریکارڈ" بالٹی مور امریکہ نے لکھا ہے اس کا ترجمہ ذیل میں ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

دنیا کے ایک ممتاز مسلمان روحانی رہنما نے اقوام متحدہ کے جذبۂ وفاداری اور خیر خواہی کو ترقی دینے کے نو نکاتی پروگرام کے بارے میں دور رس اقدام کیا ہے۔ اس پروگرام کی ناظم اقوام متحدہ سٹیزن شپ لیگ ہے اس لیگ کا ہیڈ کوارٹر بالٹی مور میں ہے۔ جہاں اس لیگ کی اساس رکھی گئی تھی اس پروگرام کا تیسرا نکتہ ہے۔ "دعا جو اقوام متحدہ کے عبادت خانوں میں کسی ممبر حکومت کے لئے مانگی جائے۔ مذہب اسلام کے پیروؤں میں سلسلہ احمدیہ کے خلیفہ ایدہ اللہ نے مندرجہ ذیل دعا اقوام متحدہ کے لئے تیار کی ہے۔

"اے خدا ہمیں صراط مستقیم پر چلا۔ اقوام مختلفہ کے ان برگزیدہ لوگوں کے راستے پر جن کو تو نے دنیا کی رہبری کیلئے چنا۔ اور جنہوں نے تیری خوشنودی حاصل کی۔ ہمارے ارادوں کو پاک بنا۔ ہماری نیتوں کو صاف کر۔ ہمارے خیالات کو برائیوں اور لغزشوں سے مبرا کر۔ ہمیں اس قابل بنا کہ ہم حق کے لئے اپنی تمام خواہشات کو قربان کر دیں۔ ہمیں توفیق دے کہ ہم دنیا میں سچا امن قائم کریں جس طرح تیرے برگزیدہ بھیجے ہوئے بندوں نے کیا۔ ہمیں تمام ایسی باتوں سے بچا جن سے تیرا قہر وغضب نازل ہوتا ہے۔ ہمیں بچا ایسی بھول سے جو جوش و اشتعال کے باعث ان فرائض کی بابت سرزد ہو جو تو نے ہم پر عائد کئے ہیں۔ اور ہمیں بچا کہ ہم اس راستے کو نہ کھو دیں۔ جو تیری طرف جاتا ہے"۔

انتخاب عہدیداران لوکل جماعت احمدیہ قادیان

صدر انجمن احمدیہ قادیان کے تازہ فیصلہ کے مطابق مندرجہ ذیل منتخب شدہ احباب کو مورخہ ۱۶ مارچ ۱۹۵۲ء سے عرصہ تین سال کے لئے احمدیہ لوکل کمیٹی کا عہدیدار منظور کیا جاتا ہے۔

۱۔ جنرل سیکرٹری۔ مکرم چوہدری بدر الدین صاحب عامل
۲۔ سیکرٹری امور عامہ۔ مکرم مولوی عبد القادر صاحب دانش دہلوی۔
۳۔ سیکرٹری مال۔ مکرم چوہدری عبد القدیر صاحب واقف زندگی
۴۔ سیکرٹری دعوۃ و تبلیغ۔ مکرم میاں الہ دین صاحب۔
۵۔ سیکرٹری تعلیم و تربیت۔ مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب
۶۔ سیکرٹری تحریک جدید۔ مکرم چوہدری محمود احمد صاحب عارفؔ۔

ان کے علاوہ مکرم مولوی عبد الرحمٰن صاحب فاضل حضرت اقدس کی طرف سے امیر مقامی مقرر ہیں۔

ناظر اعلیٰ قادیان